Dec
2023

ماہنامہ

رائے بریلی

پیام عرفات

- اسرائیل-خطروں اور اندیشوں کا سرچشمہ
- قضیہ فلسطین
- ظلم اور جبر کی یہ ریت چلے گی کب تک؟!
- جنگ پسند ٹولہ
- اسرائیلی مظالم کی داستان
- طوفان الاقصیٰ آپریشن
- آزمائش میں پورے اترتے لوگ
- اہل غزہ کا جذبہ ایمان واستقامت

مركز الإمام أبي الحسن الندوي
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

اسرائیل - خطروں اور اندیشوں کا سرچشمہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

''عالم عربی کی تاریخ میں سب سے بڑا جو نامبارک واقعہ اور مغربی طاقتوں خاص طور پر برطانیہ کی طرف سے منحوس اقدام ہوا، وہ اسرائیل کا قیام اور فلسطین کے بیشتر حصے پر یہودی حکومت اور مسجد اقصیٰ پر ان کی تولیت اور قبضہ کا افسوس ناک واقعہ ہے جو نہ صرف عالم عربی بلکہ پورے عالم اسلامی کے لیے ایک شرم ناک واقعہ اور مستقبل کے لیے خطروں اور اندیشوں کا سرچشمہ ہے۔ اس کی بڑی ذمہ داری عرب لیگ اور اس وقت کی آس پاس کی عرب حکومتوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس خطرہ اور مغربی طاقتوں کے عزائم اور اسرائیل اور یہودیت عالمیہ اور صہیونیت کے ارادوں، مقاصد اور پروگراموں کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ اس منحوس واقعہ کی سنگینی اور اس کے آئندہ خطرات کی شدت کا اندازہ نہیں کرسکتے۔

لیکن اس صورت حال کا مقابلہ کرنے اور اسرائیل کے وجود اور خطرہ سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پھر ایک مرد مؤمن، ایک شیر دل مجاہد اور ایک مخلص قائد کی ضرورت ہے جو البطل الناصر لدین اللہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا کردار ادا کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ یہ سیاسی بازی گروں اور قومیت عربیہ کے علم برداروں کا کام نہیں۔ ایک عرب مؤرخ وفاضل اور شاعر خیر الدین زرکلی نے امت اسلامیہ اور فلسطین کو خطاب کرکے کئی برس پہلے جو کہا تھا وہ آج بھی صادق ہے ؎

هـــات صـــلاح الـــديـــن ثـــانيـة فيـنـــا
وجــددى حـــطيـــن أو شبـــه حـــطيـنـــا

(اے امت مسلمہ اور اے فلسطین! دوبارہ صلاح الدین کو میدان میں لا اور حطین کی جنگ کو تازہ کر یا اس سے ملتے جلتے کسی دوسرے فیصلہ کن معرکہ کو)

اللہ تعالیٰ اس نازک موقع پر ہمارے دینی وسیاسی قائدین، فکری رہنماؤں، ابلاغ عامہ کے ذرائع وصحافت پر اثر رکھنے والے اہل قلم اور خاص طور پر پرجوش نوجوانوں کو اس کی ہمت اور توفیق دے کہ وہ مسیحی مغرب کے مخالف اسلام دانشوروں اور اسرائیلی مفکرین کی سازش کو سمجھ لیں اور اس کا شکار نہ ہونے دیں اور اس آیت کو اپنا رہنما بنائیں:

﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِداً﴾

(اور جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے۔)''

(انتخاب از: عالم عربی کے لیے سب سے بڑا خطرہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیامِ عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ۱۵ دسمبر ۲۰۲۳ء - جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ شمارہ: ۱۲

اہل حق کے لیے بشارت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَىٰ الْحَقِّ، ظَاهِرِيْنَ عَلَىٰ مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرَهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ.“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر قتال کرتا رہے گا اور وہ اپنے مقابل آنے والوں پر غالب رہے گا، یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے قتال کرے گا۔)

(سنن أبی داؤد: ٢٤٨٤)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

محمد ارمغان بدایونی ندوی

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ”پیام عرفات“ مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔
www.abulhasanalinadwi.org

فی شمارہ: -/Rs.15 E-Mail: markazulimam@gmail.com سالانہ زرتعاون: -/Rs.150

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)

فہرس

ظلم اور جبر کی یہ ریت چلے گی کب تک؟!...(اداریہ)..........۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی..............................

جنگ پسند ٹولہ..............................۴
مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی..............................

تقویٰ کیا ہے؟..............................۶
بلال عبدالحی حسنی ندوی..............................

نکاح کے چند مسائل..............................۸
مفتی راشد حسین ندوی..............................

طوفان الاقصیٰ آپریشن-اور اس کی کامیابیاں..............۱۰
محمد مکی حسنی ندوی..............................

اسرائیلی مظالم کی داستان..............................۱۳
خلیل احمد حسنی ندوی..............................

آزمائش میں پورے اترتے لوگ..............................۱۶
محمد امین حسنی ندوی..............................

اہل غزہ کا جذبہ ایمان واستقامت..............................۱۹
محمد ارمغان بدایونی ندوی..............................

حرم کیا دیر کیا دونوں یہ ویراں ہوتے جاتے ہیں

لسان العصر اکبر الہ آبادی

حرم کیا دیر کیا دونوں یہ ویراں ہوتے جاتے ہیں
تمہارے معتقد گبر و مسلماں ہوتے جاتے ہیں

الگ سب سے نظر نیچی خرام آہستہ آہستہ
وہ مجھ کو دفن کر کے اب پشیماں ہوتے جاتے ہیں

سوا طفلی سے بھی ہیں بھولی باتیں اب جوانی میں
قیامت ہے کہ دن پر دن وہ ناداں ہوتے جاتے ہیں

کہاں سے لاؤں گا خون جگر ان کے کھلانے کو
ہزاروں طرح کے غم دل کے مہماں ہوتے جاتے ہیں

خرابی خانہ ہائے عیش کی ہے دور گردوں میں
جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ویراں ہوتے جاتے ہیں

بیاں میں کیا کروں دل کھول کر شوق شہادت کو
ابھی سے آپ تو شمشیر عریاں ہوتے جاتے ہیں

غضب کی یاد میں عیاریاں واللہ تم کو بھی
غرض قائل تمہارے ہم تو اے جاں ہوتے جاتے ہیں

ادھر ہم سے بھی باتیں آپ کرتے ہیں لگاوٹ کی
ادھر غیروں سے بھی کچھ عہد و پیماں ہوتے جاتے ہیں

ظلم اور جبر کی یہ ریت چلے گی کب تک؟!

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ یہ انسان کے اندر کا وہ حیوانی جذبہ ہے جو کبھی کسی چیز کے ردعمل میں پیدا ہو جاتا ہے، پھر انسان اپنی انسانیت کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور انسانی آبادیوں میں ایک بھیڑیئے کی طرح پل پڑتا ہے، وہ اپنی عقل کھو دیتا ہے اور ایسے کام کر جاتا ہے کہ درندہ بھی شرما جائے۔ اس طرح کے بھیڑیئے صفت لوگ اس وقت دنیا کے مختلف علاقوں میں دندناتے پھر رہے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو پانی وہاں سے مل رہا ہے جن کی طرف ذہن جانا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اپنی طاقت کے نشے میں اتنی چور ہیں کہ ان کو انسانیت کا ذرا بھی درد نہیں، وہ اپنی طاقت کو بڑھانے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔

غزہ میں جس طرح اسرائیل نے دہشت گردانہ کاروائیاں کیں اور عالمی انسانی حقوق کی علی الاعلان دھجیاں بکھیریں، وہ پوری انسانیت کی پیشانی پر کلنک کے ٹیکے سے کم نہیں اور پھر عالمی طاقتوں نے جس طرح اس کی پشت پناہی کی وہ کسی جرم بالائے جرم سے کم نہیں۔ وہ فلسطین جس پر یہودیوں سے قبضہ کرایا گیا اور اپنی بلا دوسروں کے سر تھوپی گئی، وہ فلسطینی اپنی زمین لینے کے لیے کوئی کاروائی کریں اور اس کے پیچھے دوسری طرف ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا چکے ہوں تو یہ ظلم ہے؟ اور پھر اس کے نتیجہ میں معصوم بچوں، عورتوں اور عام شہریوں پر بم برسائے جائیں، تو یہ کون سی انسانیت ہے؟ درندگی کی اس سے بڑھ کر مثال ملنی مشکل ہے۔ غور کیا جائے تو احساس شکست کا نتیجہ ہے، ورنہ اسکولوں، اسپتالوں پر حملے کس چیز کا شاخسانہ ہے؟!

افسوس ہے ان عرب ملکوں پر جو ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر حیرت ان عرب ملکوں پر ہے جنھوں نے یہودیوں کو اپنے یہاں آباد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ کیا ان کے سامنے خود فلسطین کی تاریخ نہیں ہے؟ یہاں کل یہودی ایک مہمان کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے، ان کے ساتھ کچھ سلوک کیا گیا تو وہ سیاہ وسپید کے مالک بن بیٹھے۔ اللہ وہ دن نہ لائے کہ وہی صورت حال یہاں بھی دہرائی جائے۔ ظلم وستم کی وہ انتہا ہوئی کہ دنیا چیخ پڑی۔ خود یہودی اور عیسائیوں نے صہیونیوں کے خلاف احتجاج کیا پھر یہودی قیدیوں نے رہائی کے بعد غزہ میں ان کے ساتھ جو بلند انسانی سلوک کیا گیا ہے، اس کے تذکرے نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسری طرف فلسطینیوں پر یہودیوں کے ظلم سے کھل گیا کہ ان قوموں نے سب کچھ فراموش کر دیا۔

یہود ونصاریٰ کے ظلم وستم کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ دنیا میں ہونے والے دہشت گردانہ واقعات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان میں بڑی تعداد ان واقعات کی ہے جو غیروں کی طرف سے ہوتے ہیں اور اگر سو سال کی مسیحی دنیا کی تاریخ پلٹ کر دیکھی جائے تو دہشت گردانہ واقعات ومظالم کا ایسا سلسلہ نظر آئے گا کہ اب پیش آنے والے واقعات اس کے آگے شرما جائیں۔ اسپین کے پہلے مسیحی بادشاہ فریڈنڈ نے پانچ لاکھ مسلمانوں کو زندہ جلا دیا۔ سوویت یونین میں اسٹالن نے پانچ کروڑ مسلمانوں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح کی نہ جانے کتنی سرخیاں ہیں جو تاریخ انسانی کے لیے ایک کلنک کا ٹیکہ ہے۔ پرانی باتیں چھوڑیئے آج کی دنیا میں دیکھئے جاپان پر بم کس نے گرائے؟ عراق وافغانستان اور دوسرے ملکوں میں لاکھوں لوگوں کی جان کس نے لی اور کس جرم میں لی؟ عراق میں جب الزام ثابت نہ ہوا تو لاکھوں لوگوں کی جان لینے کے بعد کیا صرف (I am Sorry) کہہ دینا کافی ہوا؟ اور آج بھی واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے نام پر جو کچھ دنیا میں کرایا جا رہا ہے اس کے پس پشت ان ہی ظالموں کا ہاتھ ہے جن کو ایک بڑے کاز کے لیے اتنے آدمیوں کو مروانے میں بھی کوئی باک نہیں ہوتا۔ افسوس یہ ہے کہ اس وقت دنیا کی لگام ان ہی انسانیت کش لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ کاش کہ یہ نظام نبی رحمت کے لائے ہوئے دین رحمت کے سائے میں ہوتا تو دنیا جنت نشان ہوتی۔

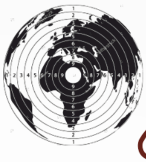

جنگ پسند ٹولہ

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

امریکہ کا نام یوں تو بہت بڑا ہے؛ لیکن عمر کے لحاظ سے وہ کویت سے بھی چھوٹا ہے۔ یہاں مختلف ملکوں، مختلف تہذیبوں، مختلف عقائد، مختلف طبائع، مختلف زبانوں اور مختلف نظریات وخیالات کے لوگ رہتے ہیں۔ امریکہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کو باہم مربوط رکھ سکے اور ان میں اتحاد پیدا کر سکے، سوائے اس کے کہ ان کو کوئی باہری خطرہ دکھایا جائے اور اس کی دہشت ان کے دلوں میں پیدا کی جائے اور اس سے ڈرا کر ان کو اپنے باہمی اختلافات ونزاعات بھلا کر متحد رہنے پر مجبور کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو ہر کچھ دن میں ایک نئے دشمن کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ذرائع ابلاغ کی مدد سے نیا دشمن تلاش کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ کچھ غلطی اور ناسمجھی اس کے دشمن کی طرف سے بھی ہوتی ہے جو اپنی نادانی کی وجہ سے امریکہ کے لیے راہ ہموار کر دیتا ہے۔

امریکہ اگر ایسا نہ کرے تو وہ خود خانہ جنگی کا شکار ہو جائے اور وہاں آباد مختلف قوموں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار نظر آئیں اور خود امریکی حکومت اور امریکی صدر کو لے کر اتنے سوالات کھڑے کیے جائیں جن کا جواب دینا امریکی صدر کے لیے مشکل ہو جائے۔ انہی سوالات سے بچنے کے لیے امریکہ عوام کو ایک دشمن دکھا کر اور دشمن بھی ایسا جو ایک ساتھ پورے یورپ، امریکہ اور دوست ممالک کو اس طرح دھمکی دے رہا ہو کہ اب گھسا کہ تب گھسا، امریکی حکومت اپنا مقصد پورا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۵ء تک ویتنام کو دشمن کی شکل میں پیش کرتا رہا اور اس طرح پچیس سال تک ملک میں جنگ کا ماحول بنا کر امریکی حکومت اپنے عوام کو بیوقوف بناتی رہی۔ اس کے بعد اس نے کوریا کا ہوّا کھڑا کیا، پھر عرب دنیا کا شکار کرنے کے لیے اس نے ایران کو اپنے جال کے طور پر استعمال کیا۔ صدام حسین اور اس کے کیمیائی ہتھیاروں کا خوف اپنے عوام کے دلوں میں پیدا کر کے ان کو بیوقوف بنایا۔ عرب ملکوں میں دہشت پیدا کر کے جتنا ان کو دُوہ سکتا تھا دوہا۔ کبھی اسامہ بن لادن کے نام کا استعمال کیا اور کبھی ابوبکر بغدادی کا، کبھی ملا عمر کا نام اخبارات کی سرخیوں میں آتا تھا تو کبھی ایمن ظواہری کا، کبھی طالبان سے ڈرایا تو کبھی داعش سے اور ان کے متعلق فیک ویڈیوز جو دکھائی جا سکتی تھیں وہ دکھائیں۔ یہ سب کام ایک مقصد کے تحت بڑی منصوبہ بندی سے اور موافق اور مخالف دونوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کر کے کیے گئے۔ دنیا کچھ سمجھتی رہی اور ہوتا کچھ رہا۔

سچی بات یہ ہے کہ امریکہ یہ سب چالیں اس لیے چلتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے اپنا کوئی خارجی دشمن نہ بنایا اور اپنے باشندوں کے دل میں اس دشمن کا ڈر نہ بٹھایا تو یقیناً وہ داخلی انتشار وخلفشار کا شکار ہو جائے گا اور مختلف طبقات وقبائل کے درمیان عقیدہ وزبان اور تہذیب وثقافت کی بنیاد پر ہونے والی خانہ جنگی کا نہ تھمنے والا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ اس کے بعد خواہ وہ اپنی فوجی طاقت میں کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو مگر اس کو اپنے خطہ میں ہونے والی داخلی کشمکش پر کنٹرول پانا ممکن نہ ہوگا۔

اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اپنے عوام کو ہمیشہ یہ تاثر دیتا رہے کہ وہ حالت جنگ میں ہے۔ ایک سیاسی تجزیہ نگار نے اس جنگ پسند ٹولہ کے بارے میں کہا کہ ایک مخصوص عسکری نظریہ امریکہ کی پالیسی میں شامل ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے ملک کے باہر کسی نہ کسی دشمن سے جنگ کرنے کے انتظار میں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حکمت عملی کے طور پر جن ملکوں کو نشانہ بنانا چاہتا ہے تو ان کے اندرونی مسائل کو ہوا دیتا ہے اور علاقائی کشمکش پیدا کر کے دخل اندازی کا موقع اور ساتھ ساتھ ہتھیار کی سپلائی کا راستہ نکال لیتا ہے۔

امریکی سرمایہ دارانہ نظام کی کامیابی کا انحصار عالمی منڈی کے استحکام اور اس کی درآمدات وبرآمدات کو امریکی معیشت کے نفع کے لیے کنٹرول کرنے میں مضمر ہے۔ اس لیے کہ امریکی معیشت کا دار

ومدار ترقی پسند معیشت پر نہیں؛ بلکہ جنگی معیشت پر مبنی ہے اور اس کی بقا جنگوں ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ جنگوں پر مجبور ہے اور اسی لیے کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ اس نے محض اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بغیر کسی وجہ کے جنگیں چھیڑی ہیں۔

امریکہ کی جو کمپنیاں ہتھیار بناتی ہیں اور جو سرمایہ دار افراد ان کمپنیوں کے مالک ہوتے ہیں، وہ لوگ امریکی حکومت میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، یا ان لوگوں کے حکومتی سطح پر تجارتی تعلقات بے انتہا مضبوط ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر ان کی کمپنیوں کو غیر معمولی منافع حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جب جنگیں چھڑتی ہیں اور وہ دیر تک چلتی ہیں تو ان میں خرچ ہونے والی رقم یہی کمپنیاں اتحادی یا شکست خوردہ ممالک کو ادا کرتی ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ امریکہ میں ہتھیار بنانے والی پندرہ کمپنیوں میں سے تیرہ کمپنیاں یہودیوں کی ہیں، جس طرح ہتھیار بن رہے ہیں اسی طرح اس کی کھپت بھی چاہیے اور اس کے لیے منڈی بھی چاہیے اور ایسے خریدار چاہیے جو ان ہتھیاروں کی خریداری کی طاقت رکھتے ہیں، پٹرول کی دولت سے مالا مال عرب ممالک سے بہتر ہتھیاروں کا خریدار اور کون ہوسکتا ہے، جن کا کام صرف ہتھیار خریدنا، اسٹاک کرنا اور آپس ہی میں اس کا استعمال کرلینا ہے۔ مزید یہ کہ جب جنگ بندی ہوجاتی ہے تو اس کے بعد تعمیر کا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور اس وقت یہ امریکی کمپنیاں آگے بڑھ کر تعمیر کے نام پر خوب منافع حاصل کرتی ہیں اور اس طرح تعمیر وترقی کے نام پر عرب ملکوں کی تجوریوں کے منہ کھل جاتے ہیں اور پھر ایک بار امریکی اور یہودی تعمیراتی کمپنیوں کے اکاونٹس میں رقمیں آنے لگتی ہیں، گویا کہ امریکہ ڈھانے کے بھی پیسے لیتا ہے اور بنانے کے بھی۔

یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے ہر جنگ، ہر سیاسی کشمکش، ہر بغاوت اور ہر فوجی انقلاب یا ہر حکومتی اور نسلی ٹکراؤ کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ نظر آتا ہے، اس لیے کہ اس کی زندگی جنگوں ہی میں ہے اور اگر یہ خارجی جنگیں نہ ہوں تو یقینی بات ہے کہ امریکہ زار ونزار ہوکر اپنی موت آپ مرجائے۔

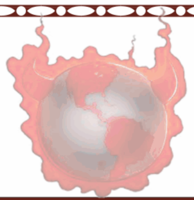

عالمی بساط کے سیاسی شاطر

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

”آج جو حالات وواقعات مختلف ملکوں میں رونما ہورہے ہیں، چاہے وہ خوں ریز جنگ کی شکل میں ہوں، یا وہ طبقاتی کشمکش، یا اقتصادی مصائب کی شکل میں ہوں۔ یہ سب سامراج کے بوئے ہوئے مسائل ہیں، یا سامراجی ملکوں کی سازش کا نتیجہ ہیں اور ان میں سے اکثر مسائل مغربی حکومتوں کی تدبیر واسکیم کا نتیجہ ہیں، یا ان کے شاگردوں کی۔ یہ مغربی ممالک اپنے ماہرین، مشیر، ذرائع ابلاغ سے فرماں بردار حکام کی ایسی رہنمائی کرتے ہیں کہ ایسے مسائل پیدا ہوتے رہیں اور ان کو مدد کی ضرورت پیش آتی رہے اور ان ملکوں پر وہ بالواسطہ حکومت کرتے رہیں۔

سامراج کی سازشوں کی سب سے بڑی دلیل جو ہمیشہ نظر آتی ہے یہ ہے کہ کشمکش کے علاقے دنیا میں بدلتے رہتے ہیں، اگرچہ عالم اسلام سامراج اور اس کے مددگاروں کی سازشوں کا اکثر نشانہ ہوتا ہے۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان میں ایک قسم کی مشابہت ومماثلت پائی جاتی ہے، اگرچہ ان کے ہیرو اور نافذ کرنے والوں کے نام مختلف ہوتے ہیں۔ اگر کوئی محقق تحقیق کرے تو در پردہ دوسری شخصیات کو پائے گا۔“ (نیا عالمی نظام اور ہم: ۵۳)

تقویٰ کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

اس وقت ہم مسلمانوں کا ایک عجیب وغریب مزاج بن گیا ہے کہ ہم زبردستی حرام کو حلال کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے آخری درجہ کی کوششیں کرتے ہیں، بعض لوگ کسی مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے دار الافتاء سے رجوع کرتے ہیں، لیکن جب وہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چیز صحیح نہیں ہے تو وہ دوسرے دار الافتاء اس امید میں جاتے ہیں کہ شاید وہاں ان کے فائدہ کی کوئی چیز نکل آئے۔ گویا مقصد اپنے لیے اس چیز کو صحیح کروالینا ہے۔ یہ خیال نہیں ہے کہ جب ایک مرتبہ ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ چیز درست نہیں ہے اور اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے تو اب ہمیں اس کی بہت زیادہ تحقیق نہیں کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے تھوڑی بہت تحقیق کرنا ٹھیک ہے لیکن محض اپنی سہولت کے لیے ادھر ادھر جانا یقیناً مزاج کے خرابی کی بات ہے اور مزاج کی یہ خرابی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب آدمی کے اندر اللہ کا ڈر، اس کا خوف اور تقویٰ کی کیفیت نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے نتیجہ میں یہ مزاج دیا تھا کہ جہاں ان کو کوئی حکم ملا اور وہ اس پر فریفتہ ہوگئے۔ ان کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ ایسا کیوں ہے اور یہ کب کرنا ہے؟ اس حکم کی بقیہ تفصیلات انہیں بعد میں معلوم ہوجاتی تھیں۔

استحضار مطلوب ہے:

اصل تقویٰ کا مزاج یہ ہے کہ آدمی کے اندر ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا دھیان پیدا ہوجائے، اس کے اندر ایسی باطنی کیفیت پیدا ہوجائے اور ظاہری اعمال بھی اسی کے مطابق ہوجائیں لیکن یہ کیفیت اور مزاج اسی قدر مطلوب ہے جتنی آدمی میں استطاعت ہے، کیونکہ صحابہ کرامؓ نے جب اس سلسلہ میں بہت زیادہ مشقت اختیار کی تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱٦) (تو جتنا ہوسکے تقویٰ کو لازم پکڑو۔)

اس سے پتہ چلا کہ جتنا ہم کرسکتے ہیں اتنا کرنا چاہیے۔ بے شک یہ مطلوب ہے کہ ہمہ وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا استحضار ہو اور کوئی غلط کام سرزد نہ ہو، گناہوں اور معصیت سے اجتناب ہو لیکن اس سلسلہ میں اتنا زیادہ انہماک پیدا نہ ہوجائے کہ انسان کی زندگی مشکل ہوجائے اور جسم وصحت پر بھی اس کے اثرات پڑیں۔ اسی لیے مذکورہ آیت کے ذریعہ یہ وضاحت کردی گئی کہ ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی خود کو ہلاک کرلے بلکہ اللہ کا حق سمجھ کر جو کرسکتا ہے وہ کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے اور جو اس کی طاقت سے باہر ہو اس پر عمل کی ضرورت نہیں ہے اور اللہ کسی ایسی چیز کا مکلّف بھی نہیں کرتا جو بس سے باہر ہو۔

آیتِ تقویٰ کا مفہوم:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

(اے ایمان والو! اللہ سے اسی طرح ڈرتے رہو جیسے اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔)

اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ دوسرا حکم یہ ہے کہ تمہاری موت اس حال میں ہونی چاہیے کہ تم مسلمان ہو۔ بظاہر یہ ایسا حکم ہے جس پر عمل کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، گویا یہ بھی تکلیف ما لا یطاق کی ایک شکل معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ۲۸٦)

(اللہ (تعالیٰ) کسی کو اسکی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں بناتا)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم ایمان پر مریں۔ موت تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، چاہے ایمان پر دے یا اسلام پر لیکن پھر اس آیت کا کیا مفہوم ہوگا جس میں حکم ہے کہ تمہاری موت مسلمان ہونے کی حالت میں ہونی چاہیے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب تقویٰ کی زندگی گذرے گی اور آدمی اپنی استطاعت بھر تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ کا لحاظ کرے گا اور اس کو ہر

وقت اللہ کا دھیان نصیب ہوگا تو یقینی بات ہے کہ اس کا خاتمہ ان شاء اللہ اسلام پر ہوگا کیونکہ زندگی جیسی گذرتی ہے خاتمہ اسی کے مطابق ہوتا ہے یہ اللہ کا نظام ہے۔ اسی لیے اگر کوئی آدمی ہمیشہ برائیاں کرتا رہے اور برائیوں میں لگا رہے تو اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

حسن خاتمہ کی شرط:

ہر انسان میں برائیاں الگ الگ ہوتی ہیں، بعض مرتبہ برائیاں ایسی ہوتی ہیں جو سامنے نظر آجاتی ہیں لیکن بعض مرتبہ برائیاں آدمی کے اندر ہی اندر کینسر کی شکل میں رہتی ہیں جو باہر نظر نہیں آتیں اور باہر سے لگتا ہے کہ زندگی بڑی اچھی ہے، مگر حقیقت میں ایسوں کی زندگی دیکھی جائے تو ان کا خاتمہ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اندر کینسر کی کوئی شکل یا کوئی ایسا جرثومہ موجود تھا جو آگے بڑھتا گیا اور پنپتا گیا اور عین وقت پر جس طرح کینسر پھٹتا ہے اور آدمی دنیا سے چلا جاتا ہے، اسی طرح اس کا وہ باطنی مرض بھی پھٹا اور وہ ایمان کے بغیر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ آدمی کے اندر ایسے بہت سے باطنی امراض ہوتے ہیں جو ظاہر میں نظر نہیں آتے لیکن اندر ہی اندر وہ بڑھتے اور پنپتے جاتے ہیں، پھر جب وہ پھٹتے ہیں تب حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر کیوں نہیں ہوا۔ ظاہر ہے آدمی کا خاتمہ اسی وقت ایمان پر ہوگا جب اسلام کے مطابق زندگی گذرے گی اور آدمی اچھے اعمال کرے گا۔

ذکر کے فوائد وثمرات:

تقویٰ اختیار کرنے کا جو حکم ہمیں دیا گیا ہے وہ حکم تکلیف مالا یطاق نہیں ہے بلکہ ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور یہ کوشش کرو کہ تمہارا خاتمہ اسلام پر ہو۔ ظاہر ہے جب تم نے اچھی زندگی گذاری ہو اور اسلام کے مطابق تمہاری زندگی گذری ہو تو ان شاء اللہ تمہارا خاتمہ بھی اسلام پر ہی ہوگا۔ اس سے ایک اور بات معلوم ہوئی کہ ایک مسلمان شخص کو ہمیشہ موت کا استحضار ہونا چاہیے کہ ہمیں دنیا سے جانا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جس کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ جس وقت ہم دنیا سے رخصت ہو رہے ہوں اور ملک الموت ہماری روح قبض کر رہے ہوں، اس وقت اگر ہم کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے چلے گئے تو بلاشبہ ہماری موت اسی حال میں ہوگی کہ ہم مسلمان ہوں گے اور یہ حقیقت ہے کہ جب دنیا میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہتا ہے تو یقیناً نزع کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کلمہ نصیب ہوتا ہے۔ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جنھوں نے دنیا میں اچھی زندگی گذاری اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا دھیان رکھا، آخری وقت میں وہ بے ہوش سے ہوگئے اور جب ان کے خاتمہ کا عین وقت آیا اور ان کی روح نکلنے ہی والی تھی کہ اچانک ان کی زبان سے ''اللہ اللہ'' کا ذکر جاری ہوگیا۔ پتہ چلا کہ یہ ان کے ذکر کا وقت تھا اور ان کا معمول تھا کہ وہ اس وقت روزانہ ذکر کیا کرتے تھے۔ اسی لیے حسبِ عادت ان کے لب ہلنے لگے اور وہ اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بھی ہونا چاہیے اور دل سے بھی۔ قرآن مجید میں کثرتِ ذکر کی جابجا تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيراً☆وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾(الأحزاب: ٤١-٤٢) (اے ایمان والو! اللہ کا خوب ذکر کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو)

﴿فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِيْ وَلَا تَكْفُرُون﴾ (البقرة: ١٥٢) (تو تم مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد کرتا رہوں گا اور میرے شکرگزار بن کر رہو اور میری ناشکری مت کرو)

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ﴾(الأنفال: ٤٥) (اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو)

آدمی جب زبان ودل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کو دھیان پیدا ہو اور جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا دھیان پیدا ہوگا اتنا ہی آدمی کے اندر اللہ کا تقویٰ آئے گا اور جب اللہ کا تقویٰ آئے گا تو زندگی سدھرے گی اور جب زندگی سدھرے گی تو ان شاء اللہ خاتمہ بھی اسلام پر ہوگا۔ گویا اسلام کی حالت پر خاتمہ کا یہ پورا ایک سبق ہے جو ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے۔

نکاح کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

حرمتِ رضاعت

قرآن مجید میں رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کو بھی محرمہ عورتوں میں شمار کرتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾(النساء: ۲۳) (اور تم پر حرام کی گئیں ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں)

اور حدیث شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب" (رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوجاتے ہیں)

(بخاری:۲۶۴۵، مسلم:۱۴۴۷)

حرمتِ رضاعت کی حکمت:

حرمتِ رضاعت کی بنیادی وجہ تین ہیں؛ ایک یہ کہ جو عورت دودھ پلاتی ہے اس کے اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان جزئیت اور بعضیت قائم ہوجاتی ہے، اس لیے کہ بچہ کی نشو ونما جس طرح حقیقی ماں کے خون سے ہوئی تھی، اسی طرح پیدائش کے بعد دودھ پلانے والی کے دودھ سے اس کے جسم کی نشو ونما ہوئی اور اس کا ڈھانچہ تیار ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بچے کو "مرضعہ" سے بھی حقیقی ماں کی طرح بے تکلفی ہوجاتی ہے۔ وہ حقیقی ماں ہی کی طرح اس کا سارا جسم دیکھ چکی ہوتی ہے اور حقیقی ماں ہی کی طرح اس کے پالنے میں مشقت اٹھا چکی ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ عرب بلکہ دنیا کی اکثر قومیں مرضعہ کو حقیقی ماں کے ہی حکم میں رکھتے رہے ہیں۔ اس کے خاندان کو اپنا خاندان قرار دیتے رہے ہیں، لہٰذا شریعت نے ان تین اسباب کے تحت رضاعت کو بھی نسب کا حکم دیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ:۲/۱۳۱-۱۳۲)

رضاعت کی مدت:

مفتی بہ قول کے مطابق مدتِ رضاعت دو سال ہے لہٰذا حرمت رضاعت تبھی ثابت ہوگی جب بچہ نے دو سال کی عمر کے دوران دودھ پیا ہو، البتہ امام ابوحنیفہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مدت رضاعت ڈھائی سال ہے، اسی لیے احتیاط اسی میں ہے کہ بچہ نے اگر ڈھائی سال کے دوران دودھ پیا ہو تو رضاعت مانی جائے۔ اسی طرح اگر کوئی خاص ضرورت ہو تو ڈھائی سال کے دوران دودھ پلایا جاسکتا ہے۔ خیال رہے کہ حکم یہی ہے کہ مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانا ناجائز ہے اور مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ خیال رہے کہ اس مدت کے دوران بچے کے حلق سے دودھ کی معمولی مقدار بھی اگر اتر جائے تو حرمت ثابت ہوجائے گی۔

(شامی:۲/۴۳۷-۴۳۸)

رضاعت کے سبب کن سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟

اس کے بارے میں اصولی بات یہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کے تمام خاندان والے دودھ پینے والے بچہ کے رشتے دار بن جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچہ کی طرف سے وہ خود یا اس کی بیوی یا شوہر اور اس کی اولاد دودھ پلانے والی عورت اور اس کے خاندان کے رشتے دار بنتے ہیں۔ بقیہ دودھ پینے والے بچے کے والدین یا بھائی بہن سے دودھ پلانے والی عورت یا اس کے خاندان کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ (شرح وقایہ:۲/۶۷)

اس اصول کے پیش نظر مندرجہ ذیل سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے:

(۱) مرضعہ اور اس کے شوہر کے تمام اصول وفروع یعنی رضاعی ماں، اس کی ماں، اس کے شوہر کی ماں وغیرہ۔ اسی طرح دودھ پلانے والی عورت کی لڑکی، اس کی پوتی اور نواسی وغیرہ۔

(ہندیہ:۱/۳۴۳)

(۲) تمام رضاعی بہنیں، ان میں مرضعہ کی تمام بیٹیاں نیز جس شوہر کی زوجیت میں رہتے ہوئے اس نے دودھ پلایا ہے، اس کی تمام لڑکیاں اور اس مرضعہ سے جن لڑکیوں نے دودھ پیا' یہ سب شامل ہیں۔ (ہندیہ:۱/۳۴۳)

(۳) رضاعی خالہ (مرضعہ کی بہن) رضاعی پھوپھی (مرضعہ کے شوہر کی بہن) وغیرہ۔ (ہندیہ:۱/۳۴۳)

(۴) رضاعی بھائیوں اور بہنوں کی اولادیں یعنی رضاعی بھتیجی اور بھانجی۔ (أیضاً)

(۵) اگر دودھ پینے والا لڑکا ہے تو اس کی بیوی سے رضاعی باپ یعنی مرضعہ کا شوہر شادی نہیں کرسکتا، اس لیے کہ وہ اس کی رضاعی بہو ہے اور اگر دودھ پینے والی لڑکی ہے تو اس کے شوہر سے مرضعہ شادی نہیں کرسکتی، اس لیے کہ وہ اس کا رضاعی داماد ہے۔ (أیضاً)

غیر شادی شدہ یا بڑی عمر کی عورت سے حرمت رضاعت:

اگر باکرہ عورت (کنواری عورت) یا آئسہ (جس کی عمر اتنی زیادہ ہوگئی ہو کہ اب ولادت کی امید نہ ہو) کے دودھ اتر آئے اور وہ کسی بچہ کو پلادے تو اس سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی بشرطیکہ کنواری عورت کی عمر نو سال یا اس سے زیادہ ہوگئی ہو اور اگر نو سال سے کم عمر کی ہو تو اگر فرض کریں اس کے دودھ اتر آئے اور وہ کسی بچہ کو پلادے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (ہندیہ:۱/۳۴۴)

دودھ پلانے کی مختلف شکلیں:

اگر بچہ نے پستان سے دودھ پیا، یا اس کے منھ میں دودھ ٹپکایا گیا، یا کسی چیز میں نکال کر کسی شیشی وغیرہ کے ذریعہ بچہ کو پلایا گیا، یا نلکی کے ذریعہ اس کے پیٹ میں پہنچایا گیا تو اگر ایام رضاعت کے زمانہ میں ایسا کیا گیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ (شامی:۲/۴۳۷)

پانی یا دوا کے ساتھ دودھ پلانا:

اگر کسی عورت کا دودھ پانی یا دوا یا کسی جانور کے دودھ میں ملا کر پلایا تو اگر عورت کا دودھ غالب ہو تو حرمت ثابت ہوجائے گی ورنہ نہیں اور غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ دودھ کا ذائقہ یا رنگت موجود ہو۔ (البحرالرائق:۳/۳۹۷-۳۹۸)

دادی نانی یا بہن کا دودھ پینا:

اگر کسی بچہ نے دادی یا نانی کا دودھ پی لیا تو ان کی اولاد اس بچہ کے رضاعی بھائی بہن ہوجائیں گے۔ (یعنی چچا، پھوپھی اور ماموں اور خالہ ہونے کے ساتھ ساتھ) اور اب ان کی اولاد اس کی رضاعی بھتیجے بھتیجی اور بھانجے بھانجیاں بن جائیں گی لہٰذا ان سے اب نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دودھ پلا دیا تو ان دونوں کی اولاد میں رشتہ کرنا جائز نہیں ہوگا، اس لیے کہ بڑی بہن کی اولاد چھوٹی بہن کے رضاعی بھائی بہن بن گئے ہیں، لہٰذا چھوٹی بہن کی اولاد کے وہ رضاعی ماموں اور خالہ ہیں اور رضاعی ماموں اور خالہ بھی نسبی ماموں اور خالہ کی طرح ہی حرام ہوتے ہیں؛

لقوله عليه السلام "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب"
(البخاری: ٢٦٤٥)

کن چیزوں سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی؟

۱- کسی جانور کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، خواہ دونوں بچوں نے ایام رضاعت کے دوران ہی کسی ایک جانور کا دودھ پیا ہو۔ (البحرالرائق:۳/۲۲۹، ہندیہ:۱/۳۴۴)

۲- اگر بچہ کے کان میں دودھ ٹپکایا جائے (یا دودھ کا حقنہ دیا جائے) تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ (ہندیہ:۱/۳۴۴)

۳- بالفرض کسی مرد کی چھاتی سے دودھ اتر جائے تو اس کو دودھ نہیں مانا جائے گا اور حرمت رضاعت اس سے متعلق نہیں ہوگی۔ (ہدایہ:۲/۳۵۳)

۴- مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد کسی کے لیے بھی عورت کا دودھ پینا جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اولاد بھی اپنی ماں کا دودھ نہیں پی سکتی۔ تو اسی طرح شوہر کے لیے بھی حلق سے نیچے دودھ اتارنا حلال نہیں ہے، لیکن اگر اتار لے (اور وہ ڈھائی سال سے اوپر عمر کا ہو) تو نہ اس سے رضاعت ثابت ہوگی، نہ بیوی اس پر حرام ہوگی۔ (شامی:۲/۴۳۸-۴۳۹)

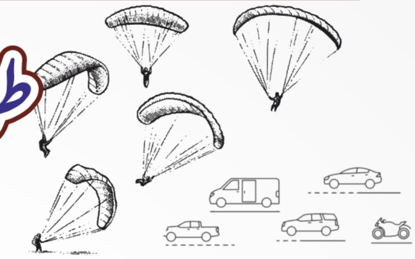

طوفان الاقصیٰ آپریشن اور اس کی کامیابیاں

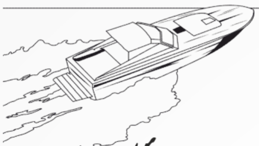

سید محمد مکی حسنی ندوی

حماس کے فوجی بازو عز الدین القسام بریگیڈ نے ”طوفان الاقصیٰ آپریشن“ جاری کر کے ۷/اکتوبر کو ۷۵/سال کی تاریخ میں اسرائیل کی بنیادوں کو ہلا دینے والا دھچکا دیا ہے۔ یہ ایک شاندار منصوبہ بند فوجی تزویراتی اور سیکورٹی حملہ تھا، یہ حملہ غزہ کے جنوب میں کئی مقبوضہ علاقوں پر ہوا، اس حملہ میں اسرائیل کے مقتول، زخمی اور گرفتار لوگوں کی تعداد اب تک کے اسرائیل کے ناجائز قبضوں کے خلاف فلسطینی کشمکش اور عرب- اسرائیلی جنگوں میں مرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن کا مقصد جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے: مقدس مقامات اور مسجد الاقصیٰ کی حفاظت، ۱۶/سال سے چلے آرہے غزہ کی ناکہ بندی کو ختم کرنا، غزہ اور فلسطینیوں کی طرف دنیا کی توجہ واپس دلانا، فلسطینیوں پر بڑھتے ہوئے مظالم کی طرف توجہ دلانا، اسرائیلی نوآبادی کو روکنا، اسرائیل کا فلسطینیوں سے مکروفریب والا معاہدہ ختم کرنا، فلسطین-اسرائیل کشمکش میں اسرائیلی حل تلاش کرنے کے مکر کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنا اور دنیا و ممالک عربیہ کے ساتھ اسرائیل کے بڑھتے تعلقات پر قدغن لگانا۔

۲۰۲۳ء ماہ جون میں دو سال کی تیاری کے بعد حماس نے اپنے ہتھیاروں کی نمائش کی تھی جن میں قابل ذکر یہ ہیں: ہاتھ کے بنے راکیٹ، شہاب ڈرون (Shihab Drones) گرینیڈ لانچر (Grenade Launcher) اور روسی کورنیٹ (Kornet) (ٹینک شکن) میزائل بھی شامل ہے۔ ان سب کے علاوہ جنگجوؤں نے مشین سے چلنے والے پیرا گلائیڈر (Motor Paraglider) کا انتظام بھی کیا تھا۔

واشنگٹن پوسٹ (Washington Post) نے اسرائیل-فلسطین کو ”جنگ کے دہانے“ پر اسی وقت بتا دیا تھا، جب ۱۳/ستمبر کو اسرائیلی فورس نے پانچ فلسطینیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اسرائیل کا الزام حسب معمول تھا جس کو حماس نے خارج کر دیا تھا، علاوہ ازیں ۲۰۲۳ء کے سال میں تقریباً ڈھائی سو فلسطینیوں کو اسرائیلی نوآبادکاری فورس قتل کر چکے تھے، سیکڑوں کو بے گھر اور مسجد الاقصیٰ پر متعدد حملے نے فلسطینیوں کو بے چین اور حالات جنگی بنا دیے تھے۔

حملہ کے ایک مہینہ کے بعد برطانیہ کے ایک مشہور پورٹل ”The Guardian“ نے یہ رپورٹ جاری کی کہ اس آپریشن کی کامیابی میں کلیدی کردار یحییٰ السنوار (Yahya Sinwar) (غزہ میں حماس کے سربراہ) اور محمد دعیف (عز الدین القسام بریگیڈ کے سربراہ) اور قوات النخبة (Nukhba Squad) (حماس بحری فوج) نے نبھایا۔

News I24 کی رپورٹ کے مطابق: یہ آپریشن اتنا مخفی تھا کہ شب خون مارنے والوں کو بھی حملے کے وقت اور جگہ کا علم نہ تھا اور عین موقع پر ان جنگجوؤں کو بتایا گیا۔

دراندازی کے لیے حماس نے زمینی، بحری اور آسمانی ذرائع استعمال کیے: زمینی راستوں کے لیے حماس نے شاہراہ اور سرنگوں پر اسرائیلی چیک پوسٹ کے ذریعہ سکورٹی اہلکاروں کو ہزیمت دیتے ہوئے داخل ہوگئے۔ بحری راستوں پر اسرائیلی چیک پوسٹوں سے نکل کر فوجی بحری اڈے اور پھر پیرا گلائیڈر (Paraglider) کے ذریعہ آسمان سے اڑتے ہوئے شہر کی مختلف جگہوں اور فوجی اڈوں پر اتر کر قبضہ کر لیا اور مزاحمت کرنے والوں میں کچھ کو جہنم رسید کیا یا انہیں یرغمال بنا لیا۔

حماس نے ان سرنگوں کا استعمال کیا جن کو بدوؤں نے ۱۹۸۱ء میں بنانا شروع کیا تھا، بعد از حماس ’مہم کے طور پر ۲۰۰۱ء میں ۹۰۰/ لوگ اور ایک لاکھ ڈالر کی لاگت سے تین مہینوں تک کام جاری

کر کے تیار کر چکا تھا۔

''دی کمیونسٹ'' (شمارہ:۱۳-۲۶/اکتوبر۲۰۲۳ء)

الجزیرہ اور ٹائمس آف اسرائیل کے مطابق یہ آپریشن سنیچر ۷/اکتوبر ''یوم سبت'' کو اسرائیل کے سرحدی علاقے کیبوٹزم (Kibbutzim)،فوجی اڈے اور ریم (Reim) میں موسیقی میلے پر حملے سے جاری ہوا۔ یہ حملہ اتنا اچانک ہوا کہ اس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا اور ناممکن بنادیا کہ فوری ردعمل کے لیے دشمن تیار ہوسکے۔

صبح ۶:۳۰ بجے محمد دعیف نے آپریشن کی ابتداء کا اعلان کرنے کے ساتھ غزہ سے اسرائیل کی طرف ۲۰/منٹ میں ۵۰۰۰ راکیٹ داغے، لیکن اسرائیل نے ۳۰۰۰ اور ایک جگہ ۲۲۰۰/کی تصدیق کی۔ ان راکیٹوں نے غزہ کے آس پاس کے علاقوں میں شارون کے میدان (Sharon Plain)، گیڈیرا (Gedera)، ہرزلیا (Herzliyya)، تل ابیب (Tel Aviv) اور اشکیلون (Ashkelon) کو نشانہ بنایا۔

(Ynetnews - 7 October 2023)

الجزیرہ کی خبر کے مطابق پھر اسی دن شام میں حماس نے ۱۵۰/راکیٹ اسرائیل کی طرف دوبارہ داغے جن کے نشانے پر یاونے (Yavne)، گیواتیام (Givatayim)، بات یام (Bat Yam)، بیت دغن (Beit Dagan)، تل ابیب اور ریشون لیزیون (Rishon Lezion) رہے۔

الجزیرہ ہی کی خبر ہے کہ راکیٹ داغنے کے معاً بعد قریب تین ہزار فلسطینی- ایک اسرائیلی رپورٹ کے اعتبار سے سات راستوں سے- ٹرک، موٹر سائیکل، بلڈوزر، تیز رفتار موٹر بوٹ اور مشین سے چلنے والے پیرا گلائیڈر کے ذریعہ اسرائیل میں داخل ہو گئے اور مزاحمت کرنے والوں کو آمنے سامنے کی لڑائی میں مار گرایا اور ساتھ ساتھ فوجیوں اور اسرائیلی عوام کے متعدد افراد کو یرغمال بنایا، جبکہ انھی عوام میں سے کئی یرغمالیوں کو خود اسرائیلی فوجیوں نے قتل کردیا۔

مارک ریگیو (Mark Regev) اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کے مشیر اعلیٰ نے ٹی وی میڈیا پر کہا کہ دو سو لوگ جن کے بارے میں یہ بتایا گیا تھا کہ حماس نے مارا ہے وہ دراصل اسرائیلی ہیل فائر مزائیل (Hellfire Missile) سے جل کر مر گئے تھے۔

دی گرے زون نیوز (The Gray Zone News) کے ایڈیٹر میکس بلومینتھل (Max Blumenthal) نے لکھا کہ اسرائیلیوں نے اسرائیلیوں کو وحشت، گھبراہٹ اور درندگی میں مار دیا، یہاں تک کہ اسرائیل میں گھروں کا تباہ ہونا، بچوں کا مرنا سب اسرائیلی فوجیوں کے ہاتھوں ہوا۔ اسرائیلی خبر رساں ہیرٹس (Haaretz) نے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی کہ پولیس تحقیقات میں سامنے آیا ہے کہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر نے حماس کے ارادے سے موسیقی میلے سے بھاگتے ہوئے اسرائیلیوں کو قتل کردیا، یہاں تک کہ پارک کی ہوئی سب گاڑیوں پر آگ برسادی اور اس کی تصدیق خود اس میلے میں موجود لوگوں نے کی۔ اسرائیلی میڈیا کے مطابق حماس سے سامنا کرنا اسرائیلی فوجیوں کو اتنا مشکل پڑا کہ اسرائیلی اعلیٰ افسران کی طرف سے سخت احکامات جاری ہوئے کہ جو نظر آئے خواہ اسرائیلی ہو یا حماس کا جنگجو سب کو گولی ماردی جائے۔ اسرائیلی سکورٹی، اسرائیلی حفاظتی اصول اور آئرن ڈوم (Iron Dome) جیسے مستقبل کے ہتھیار جس پر اسرائیل عالم کے سامنے ناز کرتا تھا اور دنیا حرص کرتی تھی، ایک معمولی غبارے کی طرح ان کی ہوا نکل گئی اور سب دھرا کا دھرارہ گیا!

دراندازی کے بعد حماس کے جنگجو ۲۴۰/یرغمالیوں کے علاوہ متعدد اسرائیلی فوجی گاڑیوں پر قبضہ کرکے ان گاڑیوں پر واپس ہوگئے۔

انتہائی تعجب ہے کہ معمولی فلسطینی جنگجوؤں نے اپنی ایمانی غیرت اور حمیت سے دنیا کے سامنے یہ واضح کردیا کہ سرزمین اسرائیل نہ یہودیوں کے لیے جنت مقام ہے اور نہ اسرائیلی حکومت ان کی پرواہ کرتی ہے، جس کی وجہ سے آٹھ لاکھ اسرائیلی نوآبادکار نے اسرائیل چھوڑا اور کچھ تو دوسرے ملکوں میں پناہ گزین بھی ہوئے۔ یہودیوں نے اسرائیل اور بیرون اسرائیل میں سخت احتجاج کیا اور غزہ کے عوام کے حامی بھی ہوئے۔ اس سے یہودی اور صہیونی کے درمیان فرق جس کو اب تک صہیونی رہنماؤں نے چھپا کر رکھا تھا، دنیا کے سامنے کھل کر آگیا۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن ایسے وقت میں جاری ہوا جب عرب ویورپی ممالک نے اسرائیل کی طرف رجحان بڑھانا شروع کردیا تھا اور غالب گمان یہ تھا کہ فلسطینیوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا جائے،لیکن اس حملہ نے عالمی اتحاد کو بکھیر کر رکھ دیا اور عوام وخواص کو مجبور کردیا کہ فلسطین کی طرفداری میں مضبوطی اور استحکام کے ساتھ ڈٹ کر کھڑے ہوں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دفعہ دنیا کے دردمند لوگوں نے فلسطینی عوام اور ان کا مسئلہ اس قدر اٹھایا کہ سوشل میڈیا میں فلسطین کے علاوہ کوئی اور بات دکھائی ہی نہیں دیتی تھی،اس کے ردعمل میں اسرائیل نے مغربی ممالک کے سوشل میڈیا کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی صفائی میں سیکڑوں مواد نشر کئے،لیکن پھر بھی اس دفعہ فلسطینیوں نے ہر میدان میں ان کو مات دی۔

فلسطینیوں کے درد کو دیکھ کر تمام ممالک کے عوام وخواص نے اسرائیل اور ان کے حامی کمپنیوں کی مصنوعات کو بائیکاٹ کرنے کی جو مثال پیش کردی اور جو مالی نقصان اسرائیل اور ان کے حامی کمپنیوں کا ہوا ہے،وہ اندازہ سے پرے ہے۔

جنگ کی وجہ سے اسرائیلی مرکزی بینک کا خسارہ،اسرائیل کے ایئرپورٹ متاثر،عسقلان کی بندرگاہ بند،عوامی جگہیں بند،ٹیکنالوجی کمپنیاں متاثر،افراد کی کمی،ٹیکس جمع میں کمی،بے روزگاری میں اضافہ اور اس کے ساتھ ساتھ فوجیوں کی تنخواہیں اور جنگ کے اخراجات،کل ملاکر تقریباً ۶۰؍ارب ڈالر کا نقصان ہوا جس کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اس مالی نقصان نے اسرائیل کو ۱۶؍سال پیچھے ڈھکیل دیا۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن کی ایک بڑی کامیابی یہ بھی ثابت ہوئی کہ عالمی ممالک اسرائیل سے متعدد معاہدے کے درپے تھے جس میں عرب سرفہرست تھے۔اسرائیلی وزیراعظم نتن یاہو نے ایک تقریر میں شیخی بگھاری تھی کہ اسرائیل دنیا سے اپنے تعلقات مضبوط کرلے گا اور فلسطین بے سہارا اور اکیلا ہوجائے گا اور اس کو صہیونیت کا شکار ہونا ہوگا،لہٰذا جیسے ہی یہ حملہ ہوا تو سعودی عرب نے ''میگا ڈیل'' (Mega Deal) ملتوی کردی اور اسرائیل کو اس حملہ کا قصوروار ٹھہرایا اور بیان دیا کہ ۱۹۶۷ء کی سرحد فلسطین کو واپس کردی جائے۔اس کے ساتھ چند منافقین کے علاوہ جو کھل کر سامنے آگئے اکثر عرب ممالک نے اسرائیل سے تعلقات منقطع کرلیے اور برسوں کی سازش پر پانی پھر گیا۔اسرائیل کو عالمی ممالک کی سرزنش کا سامنا بھی کرنا پڑا اور فلسطین کو اس کے بقدر ہمدردی اور شناخت حاصل ہوئی۔دنیا کے ممالک میں اب تک کے رکارڈ کے اعتبار سے سب سے زیادہ اسرائیلی سفیروں کو اپنے ممالک سے بھگایا؛امریکہ میں اسرائیل کے حامی ۵۴؍فیصد سے ۱۷؍فیصد رہ گئے اور یورپی عوام کے شدید احتجاج کی بنا پر یورپ کے کبار فرانس، جرمنی، اٹلی، یونان، نیدرلینڈ، برطانیہ جیسے حامیوں نے اسرائیل کے حق میں آواز اٹھانا ترک کردی۔حماس کا یہ جرأت مندانہ قدم فلسطینیوں کی مزاحمت کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔

اس آپریشن کی ایک بڑی کامیابی یہ بھی ہوئی کہ اسرائیل اور اس کے حامی خاص کر امریکہ کے دو مقاصد تھے اور یہ مقاصد خفیہ تھے جن کا تذکرہ وہ صرف اپنے لوگوں میں کرتے تھے،ان مقاصد کا تذکرہ اسرائیلی میڈیا نے بارہا کیا اور اسرائیلی سیاستدانوں نے اپنے بیانات میں کہا۔ان میں پہلا مقصد غزہ پٹی کو مکمل ختم کرنا اور دوسرا غزہ کے ساحل کے قریب گیس کے ذخیرہ پر قبضہ کرنا۔اسرائیل کے لیے ان کے مقاصد کی حفاظت کی ضمانت یہ تھی کہ جنگ بندی نہ ہوتی،لیکن دنیا کے عوام کا احتجاج اور حماس کی زمینی مزاحمت نے مجبور کردیا کہ عارضی جنگ بندی ہو لیکن سفر ابھی لمبا ہے اور فلسطین اور اس کی عوام کو بہت کچھ سہنا پڑے گا اس سے پہلے کہ اسرائیل مع اپنے حلیفوں کے نظریاتی شکست قبول کرے۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن کی اصل کامیابی کا سہرا تمام نظریاتی جنگ سے بالاتر ہوکر فلسطینی عوام اور حماس کے جنگجوؤں کے سر ہے جنھوں نے جسمانی اور ذہنی اذیتیں برداشت کیں۔ان مردان مجاہد کو سلام جن کے ہزاروں افراد شہید ہوجانے کے باوجود اس بات پر مصر ہیں کہ ہم بار بار اس طرح کے حملے کرتے رہیں گے اور اذیتیں برداشت کرتے رہیں گے اور یہ کہتے رہیں گے:

''لن تركع أمة قائدها محمد'' ''جس امت کے قائد محمد ﷺ ہوں وہ کبھی کسی کے سامنے جھک نہیں سکتی!''

اسرائیلی مظالم کی داستان

خلیل احمد حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، تمام مخلوقات میں اس کو سب سے افضل قرار دیا، ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾

(اور یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾

(ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں (ڈھال کر) پیدا کیا)

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"ما من شئی أکرم علی اللہ یوم القیامۃ من ابن آدم، قیل یارسول اللہ! ولا الملائکۃ؟ قال: ولا الملائکۃ، الملائکۃ مجبورون بمنزلۃ الشمس والقمر" (الترمذی: ۳۳۷۰)

(قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مکرم ابن آدم ہوں گے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا؛ کیا ملائکہ بھی نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ بھی نہیں ہوں گے کیونکہ ملائکہ سورج اور چاند کی طرح مجبور ہیں۔)

لیکن دوسری طرف انسان نے خدا کے عطا کردہ اس منصب جلیل کا لحاظ نہیں رکھا۔ جن صفات وخصوصیات کی بنا پر اس کو یہ شرف عظیم حاصل ہوا تھا، اس نے ان صفات وخصوصیات کو یکسر فراموش کر دیا اور اس کے نتیجہ میں وہ خوں خوار درندے کی فہرست میں شمار کر لیا گیا، جس کے نزدیک ایک جانور کی جان کی اہمیت ایک انسان کی جان کی اہمیت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کا ثبوت وہ احتجاج ہے جو ایک کتے کے مارے جانے پر مصر میں ہوا، جس کو اس شخص نے مار دیا تھا جس کو اسی کتے نے کاٹا تھا، اس زخمی انسان کا علاج کرانے کے بجائے، ہمدردی کا اظہار کرنے کے بجائے، زخم پر مرہم رکھنے کے بجائے اس کے زخم پر نمک چھڑکا جا رہا ہے' کیا یہی انسانیت ہے؟ قرآن ایسے انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾

(یہ جانور جیسے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں)

یہ تصویر کا ایک رخ ہے جو میں نے آپ کو ابھی دکھایا کہ ایک کتے کے مارے جانے پر اور کتا بھی وہ جو ایک انسان کو کاٹ چکا ہو اور دوسروں کے لیے خطرہ بن چکا ہو' احتجاج ہوتا ہے، دھرنے دیئے جاتے ہیں، مارنے والے سے تاوان طلب کیا جاتا ہے، اسکو کورٹ میں گھسیٹا جاتا ہے۔ جب کہ اس کے پاس علاج تک کے لیے رقم نہیں ہے لیکن پھر بھی عدالت اس کو سرزنش کرتے ہوئے تاوان بھگتنے کا حکم سناتی ہے۔ وہ جج جو ایک صحیح فیصلہ کے ذریعہ "رجل آتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا" کی بشارت کا مصداق بن سکتا تھا، اپنے ایک دانستہ غلط فیصلہ کے ذریعہ اس بشارت عظمیٰ سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک نقاب جو بظاہر بڑا دیدہ زیب اور خوشنما لگ رہا ہے، لیکن وہی نقاب جب سرکتا ہے اور چہرہ کھلتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ ملمع سازی ہے۔ نقاب ہٹنے سے وہ چہرہ سامنے آتا ہے جس کی تعریف قرآن کریم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾

(پھر ہم نے اس کو نیچوں سے نیچا گرا دیا)

انسان کا ایک چہرہ' ایک موذی جانور کے مارے جانے پر تو اتنا صدائے احتجاج، دوسرا چہرہ' صہیونی اور یہودی مظالم پر پوری دنیا کی خاموشی اور خاموشی ہی نہیں بلکہ ان کارروائیوں اور ان مظالم پر جواز فراہم

کرنے کا عمل۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی انسانیت رخصت ہو چکی ہے۔وہ ہمدردی اور احساس کے جذبے سے محروم کر دیا گیا ہے۔

فلسطین کو ایک الگ ریاست کا درجہ نہ دینا، وہاں کے باشندوں کا ان ہی کے ملک میں جینا دوبھر کر دینا، ان کی زمین کو ان پر تنگ کر دینا، ان کے رہائشی علاقوں کو بلڈوزر سے منہدم کر دینا، ان کی مسجدوں کو مسمار کر دینا، ان کے گھروں کو ملبہ کی شکل میں تبدیل کر دینا، باہر کی زندگی سے ان کا رابطہ منقطع کر دینا، دانے دانے کا ان کو محتاج کر دینا، ان کو نوکری کے لائق نہ چھوڑنا، ان کی آبادیوں پر بم گرانا، گرفتار کر کے ان کو تار تار کرنا، سخت ترین جسمانی اذیتوں سے ان کو دوچار کرنا، ان پر مظالم کے پہاڑ توڑنا، معصوم بچوں سے زندہ رہنے کا حق چھین لینا، یہ سب کر کے بھی نفرت کی آگ نہ بجھے تو اسپتال پر بم گرانا، اسکولوں کو نشانہ بنانا، یہاں تک کہ نوبت یہاں تک پہنچے کہ فلسطینی وزیر تعلیم کو یہ اعلان کرنا پڑے کہ اسکولوں میں غیر معینہ مدت تک تعطیل ہے کیونکہ زیر تعلیم بچے زندہ نہیں بچے۔

یہ تو جلی عنوانات ہیں جن پر پوری دنیا خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے، یومیہ اخبارات پڑھیے، ہفتہ واری میگزین کا مطالعہ کیجیے، نیوز چینل پر خبریں سنیے، تو صرف یہی سننے اور پڑھنے کو ملے گا کہ آج اتنے فلسطینی شہید ہو گئے، آج اتنے فلسطینی بے گھر ہو گئے، آج اتنے معصوم بچے جنہوں نے ابھی چلنا بھی نہیں سیکھا تھا بولنا تو بہت دور کی بات ہے، وہ باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا سے محروم ہو گئے۔ آج اتنے گھر زمین بوس کر دیے گئے، اتنے ہسپتال پر آج بم گرائے گئے، وہاں مریضوں کے ساتھ ساتھ اتنے تیماردار بھی ان کا لقمہ بن گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر دعوے کے لیے ثبوت درکار ہے، ان حقائق کا ثبوت وہ اعداد و شمار ہیں جو کسی بھی ذی ہوش شخص سے مخفی نہیں ہیں۔

یہ اعداد و شمار ہم کو حقیقت سے روشناس کراتے ہیں، غیر جانبدار الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا روز وہاں کی خبریں شیئر (share) کر رہا ہے۔ گودی میڈیا تو اسرائیل کے تلوے چاٹ رہا ہے۔

۶/ نومبر کی خبر ملاحظہ کیجیے: پناہ گزین کیمپ پر پھر صہیونی بربریت، غزہ کے المغازی کیمپ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری، ۴۰/ فلسطینیوں کی شہادت۔

۷/ نومبر کی خبر ملاحظہ کیجیے: اسرائیل کے وحشیانہ حملوں سے غزہ دو حصوں میں منقسم، صہیونی فوج کا دعوی، غزہ میں ہر طرف برسے بم، دس ہزار سے زائد فلسطینی شہید۔

۱۰/ نومبر کی خبر ملاحظہ کیجیے: فلسطینی شہریوں کی جان نگلتی جا رہی ہے، اسرائیلی جارحیت، وحشیانہ کارروائیوں میں مزید ۲۴۳/ فلسطینی شہید، اب تک ۱۰۸۱۲/ جاں بحق۔

۱۵/ نومبر کی خبر ملاحظہ کیجیے: ۳۹ ویں دن بھی صہیونی جارحیت جاری، ۱۱/ ہزار سے زائد شہادتیں، بیشتر اسپتال قبرستان میں تبدیل۔

۱۹/ نومبر کی ایک خبر ملاحظہ کیجیے: غزہ پر صہیونی جارحیت جاری، شہادتیں بارہ ہزار سے متجاوز۔

۲۰/ نومبر کی خبر ملاحظہ کیجیے: اسرائیلی بربریت سے محصور غزہ اجتماعی قتل گاہ میں تبدیل، عالمی ادارہ صحت کا اعلان، شفاء اسپتال میں طبی خدمات ختم، اب تک شہادتوں کی تعداد تیرہ ہزار سے متجاوز۔

ایک خبر یہ بھی ملاحظہ ہو: ۳۶ ایسی ایمبولنس کو اسرائیل نے ڈائرکٹ نشانہ بنایا جن میں موجود زخمیوں کو تیماردار اس امید میں ہاسپٹل لے جا رہے تھے کہ شاید کوئی معجزہ ظاہر ہو اور ان کی جان بچ جائے۔

کئی سال قبل ”القدرۃ“ نامی اخبار نے یہ خبر شائع کی تھی کہ فلسطین میں جو دوائیں سپلائی کی جا رہی ہیں، وہ یا تو ایکسپائر (Expire) ہو چکی ہیں یا ان میں بیماری کو زائل کرنے والے اجزاء کم اور بیمار کو ہمیشہ کی نیند سلانے والے اجزاء زیادہ شامل کیے جا رہے ہیں۔ صحیح دواؤں کو مریض تک پہنچنے نہیں دیا جا رہا ہے۔

”اوکسفام انٹرنیشنل“ کی رپورٹ تھی کہ بیماروں اور زخمیوں کو طبی امداد سے، بھوک سے نڈھال بچوں کو غذائی اجناس سے اور پیاس سے جاں بلب بچوں کو پینے کے لیے صحیح پانی سے محروم رکھا جا رہا ہے

،جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے۔ان کو پینے کے لیے گندا اور متعدد بیماریوں کا سبب بننے والا پانی مہیا کیا جارہا ہے۔اب ان کے پاس دو آپشن (Option) ہیں؛یا تو گندا پانی پی کر زندگی بھر اسپتال کے چکر کاٹیں، یا پیاسے رہ کر موت کا جام اپنے حلق سے اتار لیں۔

لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ پانی کو ان تک پہنچنے سے روک دیا گیا ہے، تاکہ ان کے پاس دوسرا آپشن یعنی اسپتال کے چکر کاٹیں ختم ہوجائے۔بجلی سے وہ محروم کردیے گئے، انٹرنٹ کاٹ دیا گیا تاکہ وہ صدائے احتجاج بھی بلند نہ کرسکیں اور اپنے اوپر برسوں سے ہورہے ظلم سے امن پسند لوگوں کو باخبر تک نہ کرسکیں۔یومیہ نکلنے والے اخبارات پڑھیے، پندرہ روزہ جرائد اور رسالوں کا مطالعہ کیجیے، ماہانہ نکلنے والے پرچوں پر نظر ڈالیے، نیوز دیکھیے، نیوز سنیے، اگر ملٹی میڈیا موبائل استعمال کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہوں گے تو آپ صرف یہی خبریں فرنٹ پیج پر پائیں گے، ایسی ایسی ویڈیوز کہ دل دہل جائے بلکہ دھڑکنا بھول جائے لیکن دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، اگر کوئی ملک آگے بھی آتا ہے تو صرف زبانی جمع خرچ کی حد تک۔کسی شاعر نے آج کی صورت حال کو سامنے رکھ کر یہ شعر کہا تھا۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے
شکوہ غیروں سے کیا اپنے ہی دغا دینے لگے

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے آج ہم چشم پوشی کرتے ہیں، ہم خبریں سنتے یا پڑھتے تو ہیں لیکن سرسری طور پر، اس کو محسوس نہیں کرتے، کیوں؟ یہ ہمارے کمزور ایمان کا نتیجہ ہے، حدیث میں ہے:

”مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى“ (ایمان والوں کی مثال آپس میں محبت میں، رحم دلی میں اور شفقت میں ایک جسم کی مانند ہے، اگر جسم کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے اور بے خوابی میں رات گزارتا ہے۔)

ستم بالائے ستم یہ سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے بلکہ دراز ہوتا چلا جارہا ہے۔حالات حاضرہ سے باخبر شخص خوب جانتا ہے کہ کہ قابض یہودیوں کا مشن کیا ہے؟ ان کا منصوبہ کیا ہے اور اس منصوبے کی تکمیل کے لیے وہ کیا پلاننگ کررہے ہیں؟ ان کا ساتھ کون کون سے ممالک دے رہے ہیں؟ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس خونی کھیل میں بعض اسلامی ممالک بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔کچھ ہیں جن کو اپنی کرسی بچانے کے لیے ایسا کرنا پڑرہا ہے، یہ وہ ہیں جو اقتدار کے پجاری، نفس کے غلام، خواہشات کے پیروکار اور دین کے بدلے دنیا خریدنے والے ہیں۔قرآن کریم ایسے لوگوں کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے:

﴿أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ﴾

(یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کو آخرت کے بدلے خرید لیا)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اس حدیث کا مصداق بنادے:

”المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا.“

(تمام مسلمان ایک عمارت کی مانند ہیں جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔)

تاریخ انسانی کی عظمت کے دوستون

حضرت مولانا سید محمد الحسنی

”انسانی تاریخ پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ اس کی عظمت صرف دوستونوں پر قائم ہے؛ قربانی اور ایثار۔جب بھی یہ دنیا اجڑنے لگی' قربانی اور ایثار کے شمیم جاں نواز نے اس کو نئی زندگی عطا کی ـــــ بدروحنین کا معرکہ ہو، یا قادسیہ و یرموک کا میدان، حطین کی فتح ہو یا واقعہ کربلا، سب اسی قربانی کے روشن ابواب ہیں اور داستان سرفروشی و خدا طلبی کے مختلف پہلو ہیں اور ہماری زندگی کے عزیز ترین ٹکڑے اور ہماری تاریخ کے بیش قیمت حصے ہیں جن پر ہمیں بجاطور پر ناز و مسرت ہونی چاہیے۔“ (جادۂ فکر و عمل: ۷۴-۷۵)

آزمائش میں پورے اترتے لوگ

محمد امین حسنی ندوی

قرآن کریم کی ایک آیت ہے:﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ (اور ہم تمہاری آزمائش کرکے رہیں گے، کچھ خوف اور بھوک سے اور مال اور جان اور پھلوں کے کچھ نقصان سے)

آزمائش کا یہ سلسلہ دنیا میں آنے والے پہلے انسان ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور دنیا سے جانے والے آخری انسان تک چلتا رہے گا۔ یہ آزمائش کیوں ہوتی ہے اور ایمان رکھنے کے باوجود آزمائش سے کیوں گزرنا پڑتا ہے؟ جواب اس کا قرآن کریم کی اس آیت میں مل جاتا ہے:﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ (تاکہ وہ تم کو پرکھ لے کہ کون اچھے اعمال کرنے والا ہے) آزمائش جتنی سخت ہوگی تو کامیابی بھی اتنی ہی بڑی ملے گی، بشرطیکہ آدمی صبر سے کام لے اور اس کو ایک آزمائش سمجھ کر اس پر کھرا اترنے کی کوشش کرے۔ ارشاد نبوی ہے:”أشد الناس بلاء الأنبياء ،ثم الأمثل فالأمثل“ (سب سے سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے پھر جو انبیاء کے راستہ پر ہوتے ہیں ان کی ہوتی ہے۔)

آزمائش سے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو بھی گزرنا پڑا۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دوچار ہونا پڑا اور اس سلسلہ کی آخری کڑی آقائے نامدار، خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سخت ترین آزمائشوں سے گذارا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب دعوت توحید کا نعرہ بلند کیا تو ان کی اپنی قوم ان کی جان کی دشمن ہوگئی، ان کا مذاق اڑایا جاتا، ان پر فقرے کسے جاتے، طرح طرح کی ذہنی اذیتیں دی جاتیں اور یہ سلسلہ سال دو سال نہیں ساڑھے نو سو سال تک چلتا رہا۔ اس امتحان میں حضرت نوح علیہ السلام سرخ رُو ہوئے، قوم ہلاک کردی گئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام متعدد آزمائشوں سے گزارے گئے، ہر آزمائش میں وہ سرخ رُو ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل میں ہوئی، بنی اسرائیل کی تاریخ اور ان کے سیاہ کارناموں کی داستان قرآن کریم یوں پیش کرتا ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّهِ وَاللّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ☆قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجاً وَأَنتُمْ شُهَدَاء وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾(آل عمران:۹۸-۹۹) اور﴿كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ اور اسی کا نتیجہ ذلت وخواری ان کے سر تھوپ دی گئی ہے اور وہ اللہ کے غضب کو لے کر پلٹے۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے رہے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو انہی مجرم لوگوں نے شہید کیا۔ یہی بنی اسرائیل ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ﴿اذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ (تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں) ان سے کہا گیا:﴿وَادْخُلُواْ الْبَابَ سُجَّداً وَقُولُواْ حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ﴾ (دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہوجاؤ اور کہتے جاؤ کہ ہم معافی چاہتے ہیں، ہم تمہارے لیے تمہاری غلطیوں کو معاف کردیں گے اور بہتر کام کرنے والوں کو آگے ہم اور دیں گے) لیکن انہوں نے کیا کیا؟ قرآن آگے اس کو بھی بیان کرتا ہے:﴿فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُواْ قَوْلاً غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُواْ رِجْزاً مِّنَ السَّمَاء بِمَا كَانُواْ يَفْسُقُونَ﴾ (تو ان ناانصافوں سے جو کہا گیا اس کا کچھ کا کچھ کردیا، بس جنہوں نے ظلم کیا ان پر ہم نے آسمان سے عذاب نازل کیا، اس لیے کہ وہ سرتابی کرتے چلے آئے تھے) اپنی دانست میں حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر انہوں نے چڑھایا۔

قرآن ان کے بارے میں اعلان کررہا ہے:﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُواْ نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

الْعَالَمِيْنَ﴾ (اے بنی اسرائیل! میری ان نعمتوں کو یاد رکھو جو میں نے تم پر کیں اور میں نے تم کو سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے) لیکن انہوں نے ضد اور عناد میں اللہ کی سرتابی کی اور اس کے احکامات کو بدل ڈالا اور من مانی زندگی گذارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مار ماری اور ان کی حرکتوں اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ (ان پر ذلت اور مسکنت کو طے فرمادیا) انہوں نے اس فضیلت کا جو ان کو حاصل ہوئی تھی پاس ولحاظ نہیں رکھا اور اپنے کو اس فضیلت کا حق دار ثابت نہیں کرسکے۔ فضیلت ان سے اٹھالی گئی اور بدلہ میں ذلت ومسکنت ان پر تھوپ دی گئی۔ یہ خدائی قانون ہے، ناشکری پر صرف نعمت ہی نہیں چھنتی بلکہ سخت ترین عذاب بھی مسلط کردیا جاتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (اگر شکر کروگے تو ہم مزید دیں گے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے)

بنی اسرائیل (یہودی) آج بھی اپنی مکاری وعیاری سے پوری دنیا کو اپنی شکنجے میں کسے ہوئے ہیں، ان کا مقصد ہی مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، اسلام کی عمارت کو ڈھانا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روز اول سے جس طرح کفار سے مقابلہ رہا، اسی طرح اس قوم سے بھی مقابلہ رہا، کفار مکہ کھلے دشمن تھے، یہود میں کچھ کھلے دشمن تھے، کچھ نفاق کا چولہ اوڑھے ہوئے تھے، یہ کفار مکہ سے زیادہ کینہ پرور اور عداوت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہی تھے جنہوں نے اپنے پیشرو کی تاریخ کو دہرانے کی کوشش کی اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی ناکام کوشش کی۔ یہی تھے جنہوں نے بہانے سے آپ ﷺ پر چٹان گرانے کا منصوبہ بنایا، وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو ان کی اس سازش سے باخبر کردیا گیا۔ یہی تھے جنہوں نے ہر ہر موقع پر دھوکہ دیا۔ مدینہ کے اطراف میں آباد تینوں یہودی قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع سے جب جب معاہدہ ہوا، انہوں نے معاہدہ توڑا۔ درپردہ کفار مکہ سے ساز باز کی اور اہل ایمان کی پیٹھ پر چھرا گھونپنے کی کوشش کی۔ بار بار کی دھوکہ بازی کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حکم دینا پڑا: "أخرجوا اليهود من جزيرة العرب" (جزیرۃ العرب سے یہود کو نکال باہر کرو) کیوں کہ ان کا وجود ہی دھبہ ہے۔ یہودیوں کی فطرت میں مکاری، دھوکہ، ظلم، کینہ، نفرت، عداوت ہے۔ یہ ان کی زندگی کے سیاہ ابواب ہیں، ان کی سیاہ تاریخ ان ابواب سے عبارت ہے، جو صفحہ کھولیے آپ کو مکاری اور عیاری، دھوکہ اور ظلم ہی نظر آئے گا۔ وقت بدلا، حالات بدلے، یہ ہر جگہ سے دھتکارے گئے، رسوا کیے گئے، لعنت کے حق دار ٹھہرے۔ ارشاد خداوندی ہے: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُوْدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (المائدۃ:۷۸)

لیکن یہ بھی ایک آزمائش ہے جس میں صبر کا امتحان ہے، یقین کا امتحان ہے، خدا کی ذات پر بھروسہ کا امتحان ہے، ثابت قدمی کا امتحان ہے، استقامت کا امتحان ہے، حالات کے ناسازگار ہونے کے باوجود اپنے موقف پر جمنے کا امتحان ہے کہ ایک خدا کا باغی خدا سے بغاوت کے باوجود، ایک خدا کا نافرمان خدا سے نافرمانی کے باوجود، ایک سرکش اپنی سرکشی کے باوجود، ایک کافر اپنے کفر کے باوجود ترقی کرتا ہے اور ترقی کرتا چلا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف ایک صاحب ایمان خدا پر ایمان رکھنے کے باوجود اور ایک باعمل دین پر عمل کرنے کے باوجود، ایک صالح انسان اپنی نیکی، اپنی پاکبازی، اپنی پاکدامنی اور اپنی شرافت کے باوجود نقصان اٹھاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہی رہتا ہے۔

ایک غاصب نے اپنی مکاری سے اور کچھ اپنی پشت پناہ طاقتوں کے بل پر شروع میں فلسطین تک صرف رسائی حاصل کی، دھیرے دھیرے اپنے پنجے گاڑے، باہر سے ان کو مکمل سپورٹ رہا، کچھ اپنے بھی ان کی غلامی کررہے تھے اور فلسطین کی مقدس سرزمین کا سودا کررہے تھے۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حقدار کو محروم کردیا گیا، اس کو اپنی زمین سے بے دخل کردیا گیا، اس کے مالکانہ حقوق چھین لیے گئے، اس کو دوسرے درجہ کا شہری بنادیا گیا اور دنیا تماشائی کی طرح دیکھتی رہی اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا مقولہ سچ ثابت ہوگیا۔

فلسطینیوں نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی تو ان کو دہشت گرد قرار دیا گیا، انہوں نے اپنی ہی زمین کو حاصل کرنا چاہا تو ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ تقریباً ۷۰ سال سے وہ یہ سب جھیل رہے ہیں، اپنے ہی ملک میں دوسرے درجہ کے شہری بن کر جی

رہے ہیں، بیت المقدس کے حقدار ہونے کے باوجود اس میں داخلہ سے اور نماز کی ادائیگی سے محروم ہیں، لیکن کب تک؟

۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو اچانک فلسطینی جانبازوں نے جس طرح اسرائیلی علاقوں میں گھس کر حملہ کیا اور ان کو چوٹ پہنچائی، اس کے بعد سے جس طرح اسرائیلی حکومت نے امریکہ کی مدد سے غزہ کے علاقہ کو اور وہاں کے رہنے والوں کو نشانہ بنایا وہ نہایت ہی تکلیف دہ اور دکھ دینے والا ہے۔ ننھے منے بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں سب اسرائیلی جارحیت کا نشانہ بنے، ان کے ادارے تہس نہس کردیے گئے، ان پر بمباری کی گئی، ان کے گھروں کو ملبہ کا ڈھیر بنادیا گیا، نہ ہسپتال بچے، نہ مسجدیں بچی، نہ ہی اسکول بچے، اس طرح بمباری کی گئی جیسے انسانیت نام کی چیز نہیں، نہتے عوام کو نشانہ بنایا گیا، مسجد اقصیٰ کی حفاظت کے لیے جس طرح انہوں نے زندگی کا اور مردانگی کا ثبوت دیا تاریخ میں ایسی مثالیں کم ملتی ہیں۔ یہ اس سرزمین کی برکت ہے جہاں سے فدائیت اور جانفشانی کے ایسے مناظر سامنے آئے جس نے تمام مسلمانوں کی روح کو سکون بخشا، تاریخ ایک بار پھر ان پر دہرائی جارہی ہے، یہودی جن کے متعلق قرآن نے گواہی دی کہ ذلت اور مسکنت ان پر مڑھ دی گئی اور خوف ودہشت ان پر مسلط کردی گئی، ان کی فطرت میں موت کا خوف ہے اور اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے زمینی لڑائی لڑنے کے بجائے فضائی لڑائی لڑ رہے ہیں وہ بھی غزہ کے نہتے بچوں اور عورتوں سے، انسانی تاریخ میں ایسی کمزوری اور بزدلی کی مثال ملنا مشکل ہے۔ دو ایسے کردار کم نظر آئے جہاں ایک طرف جانبازی اور فدائیت اور دوسری طرف خوف ودہشت کے سایہ میں جینے والی قوم۔

قربان جایئے مسجد اقصیٰ کے جیالوں پر، قربان جایئے غزہ کی عورتوں اور بچوں پر، وہاں کے جوانوں اور بوڑھوں پر، قربان جایئے ان کے دلوں میں ایمان کی تازگی اور ایمان کی پختگی پر، ان کے سینوں میں مسجد اقصیٰ کی بازیابی موجزن ہے، ایک ایک بچہ اسی جذبہ سے سرشار ہے، وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ نعمت طشت میں سجا کر نہیں ملے گی، وہ یہ جانتے ہیں کہ جس ایمان کے لیے ہمارے بڑوں نے تکلیفیں برداشت کیں، اپنے جسم سے ہاتھ اکھڑوادیے، آنکھ تک ضائع کروا دی، جس دین کو سینے سے لگائے رکھنے میں گھر بار چھوڑنا پڑا، مال و دولت کو ترک کرنا پڑا، جانوں کے نذرانے پیش کیے، آج انہی کے ہم نام لیوا ہیں اور ہم کو بھی اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لیے اور اپنی عزت وناموس کی حرمت کے لیے سب کچھ کرنا پڑے گا، ہم کو فلسطین جو ہمارے نبیوں کا مسکن ومدفن رہا ہے جہاں انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، جہاں ان کی مبارک روحیں ہیں، جہاں انہوں نے صبح وشام گذارے، یہ وہی مسجد اقصیٰ ہے جہاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت کی، جہاں سے آسمان دنیا کی سیر کی، ملاءِ اعلیٰ تک پہنچے اور اپنے رب کا دیدار فرمایا۔ یہ مسجد اقصیٰ اور فلسطین کا علاقہ تمام انبیاء کی میراث ہے، یہی مسجد اقصیٰ ہے جس کو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح کیا، اس کے بعد غیروں کے ہاتھ میں چلی گئی جس کو تقریباً ۹۰/سال کے بعد مرد مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے آزاد کیا اور اب ان شاء اللہ یہ فلسطین کے جیالے اور وہاں کے رہنے والے مسلمان ان مجرم یہودیوں اور عیسائیوں سے اس کو آزادی دلائیں گے۔ آج مسجد اقصیٰ کے رہنے والے انہی نفوس قدسیہ کے پیرو ہیں، اس مادی دنیا میں انہوں نے جس طرح ایمانی حمیت سے سرشار ہوکر مسجد اقصیٰ کی حفاظت کا فریضہ ادا کیا اور کررہے ہیں سچی بات ہے کہ وہ فرض کفایہ ادا کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قوت دے، ہمت دے اور فتح ونصرت سے ہمکنار کرے۔

حضور ﷺ کی پیشین گوئی ہے: "لا تزال طائفة من أمتي على الدين ظاهرين، لعدوهم قاهرين، لا يضرهم من خالفهم إلا ما أصابهم من لأواء حتى يأتيهم أمر الله، وهم كذلك. قالوا: يا رسول الله! وأين هم؟ قال: ببيت المقدس وأكناف بيت المقدس" (میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ غالب اور دین پر رہے گا، اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا، وہ اپنی مخالفت کرنے والوں اور بے یارومددگار چھوڑ دینے والوں کی پرواہ نہیں کرے گا، الا یہ کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی حال پر ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: وہ لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا: بیت المقدس میں اور اس کے آس پاس۔)

اہل غزہ کا جذبہ ایمان واستقامت

محمد ارمغان بدایونی ندوی

غزہ اسرائیل جنگ میں پندرہ ہزار سے زائد افراد کی شہادت، چالیس ہزار افراد کی سنگین صورت حال اور تقریباً ۲۷/بڑے شفاخانوں کی تباہی کے بعد نام نہاد امن عالم اور انسانی تحفظ وبقا کے ٹھیکے داروں نے بالآخر ۲۴/نومبر ۲۰۲۳ء کو حماس مجاہدین کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور انسانیت سوز مظالم کی داستان رقم کرنے کے بعد اپنا منہ چھپاتے ہوئے عارضی جنگ بندی پر مجبور ہوگئے۔ ظاہر ہے یہ سب اہل فلسطین کے ایمان واستقامت کا نتیجہ ہے جنہوں نے تن تنہا بغیر کسی ظاہری کمک کے بڑی جرأت وشجاعت کے ساتھ سینہ سپر رہ کر مقابلہ کیا اور بالآخر دشمن کو منہ چھپاتے ہوئے شکستِ فاش تسلیم کرنے پر مجبور کردیا۔

۹/اکتوبر سے اسرائیل نے اپنی بربریت کی انتہا کرتے ہوئے غزہ پر مظالم کی ایک نئی داستان رقم کردی، وہاں بجلی اور پانی کی سپلائی پر پابندی عائد کردی، باہر سے آنے والے سامان رسد کو روک لیا اور تمام تر طبی سہولیات سے بھی محروم کردیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل غزہ کے لیے اشیائے خوردنی مفقود ہوگئیں، ہسپتالوں میں علاج ناممکن ہوگیا، اسکولوں کی پڑھائی معطل ہوگئی اور گھروں میں رہائش مشکل ہوگئی۔ پھر عالمی طاقتوں کی پشت پناہی کی بنیاد پر اسرائیل نے انسانی خون کو بے دریغ غزہ کی سڑکوں پر بہایا، یہاں تک کہ غزہ کی فضا میں بادلوں سے زیادہ راکٹوں، میزائلوں اور خطرناک بموں کا دھواں نظر آیا، جس سے دسیوں شفاخانے تباہ وبرباد ہوگئے، درجنوں اسکول زمیں دوز ہوگئے اور ہزاروں فلک بوس عمارتیں زمیں بوس ہوگئیں۔

وحشت وبربریت کی انتہا یہ ہے کہ اس جنگ میں اسرائیل نے معصوم بچوں کو بخشا نہ عورتوں کو، بوڑھوں کو بخشا اور نہ ہی حق پسند صحافیوں کو، بلکہ درد وکرب کی داستان یہاں تک پہنچ گئی کہ مظلوموں کے لیے ایمبولینس کے فقدان کی وجہ سے ہسپتال تک پہنچنا مشکل تھا اور اگر وہ کسی طرح پہنچ بھی جائیں تو طبی سہولیات نہ ہونے کے باعث ان کا علاج ناممکن تھا، جہاں نہ دوائیں تھیں، نہ انجکشن اور نہ ہی عمل جراحی کے لیے ضروری اشیاء اور بالخصوص بجلی کی فراہمی۔ بعض معتبر خبروں سے یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ کچھ ڈاکٹروں نے ٹارچ جلا کر مریضوں کے آپریشن کیے ہیں۔

اسرائیلی مظالم کی یہ وہ داستان ہے جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجائیں مگر اسی کے بالمقابل اہل غزہ کے مظلوموں کی ایمانی استقامت ہے جس کو دیکھ کر قرن اول کے مجاہدین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

اسرائیل اپنی مصنوعی طاقت کی بنیاد پر اہل غزہ کی حقیقی ایمانی طاقت کو مسلسل چیلنج کر رہا ہے، مگر اہل غزہ کسی قیمت پر بھی جھکنے کے لیے تیار نہیں، ان کے بچے بخوشی جام شہادت نوش کر رہے ہیں، یہاں تک کہ مرتے دم تک ان کی انگلی کلمہ حق کا رمز بنی رہتی ہے۔ ان کی خواتین شہید ہورہی ہیں اور اپنی نگاہوں کے سامنے روزانہ درجنوں اعزہ واقرباء کی لاشیں دیکھ رہی ہیں مگر اس کے باوجود ان کے پایہ استقامت میں ذرا بھی جنبش نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مردوں کو مستقل جہاد پر ابھار رہی ہیں اور خون کے آخری قطرہ تک لڑنے کا حوصلہ رکھتی ہیں۔ ان کے جوان لہولہو ہیں مگر وہ فاتحانہ آگے بڑھ رہے ہیں، نہ انہیں اپنے بچوں کی فکر ہے اور نہ عورتوں کی بلکہ ان کا عین مقصدِ زندگی ظالم اسرائیل کے شکنجہ سے مکمل آزادی ہے۔ انہیں یہ منظور ہے کہ وہ لاولد ہوجائیں، والدین کا سایہ ان کے سروں سے چھن جائے اور دنیاوی سہولیات سے ان کا رشتہ منقطع کردیا جائے مگر انہیں قطعاً یہ منظور نہیں کہ وہ اسرائیل کے سامنے جھک جائیں اور نعوذ باللہ مسجد اقصیٰ کو طشت میں سجا کر دشمن کی خدمت میں پیش کردیں۔

چند دنوں قبل الجزیرہ چینل نے ایک ویڈیو جاری کی جس میں دکھایا ہے کہ اہل غزہ کے سروں پر اسرائیلی ڈرون منڈلا رہے ہیں مگر وہ بے خوف وخطر اپنے ناشتے میں مگن ہیں اور نعرۂ تکبیر زبانوں پر بلند ہے۔

الجزیرہ ہی کی جاری کردہ ایک دوسری ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ اہل غزہ کے مکانات کھنڈرات میں تبدیل ہوگئے ہیں اور ان کی زندگیوں کا قیمتی سرمایہ ملبے تلے دفن ہوگیا ہے مگر ان کے لیے ایمان واستقامت

سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ ویڈیو میں ہے کہ ایک معصوم بچہ ایسی افسوس ناک صورت حال کے باوجود انتہائی شیریں لہجہ میں تلاوتِ قرآن کررہا ہے اور بے خوفی کے آثار اس کے چہرہ سے عیاں ہیں۔

غزہ کے ایک ٹوئیٹرا کاؤنٹ پر ایک ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ معصوم بچے اپنے تباہ شدہ علاقوں میں بغیر کسی خوف وہراس کے کھیل رہے ہیں اور سب بچے مل کر کھنڈرات کے ملبے پر اپنے لیے کھانا بنا رہے ہیں، اس دوران ان کی زبانوں پر کلماتِ حمد جاری ہیں اور غیر معمولی ہمت وحوصلہ ان کی زبانِ حال سے ظاہر ہے۔

ٹی آر ٹی کی خبر کے مطابق ایک بچہ اپنے ہم جولیوں کے ساتھ کھیل میں مصروف تھا، اس کی ماں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی ماں کی طرف لپکا ہی تھا کہ ایک بم گرا اور بچہ کی موت ہوگئی پھر ماں نے خواب میں بچہ کو دیکھا اور اس کی حالت پوچھی تو اس نے بتایا کہ مجھے بس اتنا محسوس ہوا کہ کسی چیونٹی نے مجھے کاٹا، ذرا سی تکلیف ہوئی اور میں اچانک لہلاتے ہوئے سبز باغوں میں آکر کھیلنے لگا۔

یہ وہ صورت حال ہے جو حالت جنگ کی ہے تاہم عارضی جنگ بندی کے بعد کے مناظر اس سے بھی کہیں زیادہ فرحت بخش ہیں۔ غزہ کے وہ لوگ جن کی زندگی کا کل سرمایہ چند دنوں میں خاک ہوگیا اور ان کے ہزاروں افراد جاں بحق ہوگئے، جنگ بندی کے بعد ان کی پرجوش تکبیر وتہلیل سے پورا علاقہ گونج رہا ہے اور ان کے لبوں پر ذرا سا بھی حرفِ شکایت نہیں بلکہ انہیں فخر ہے کہ انہوں نے اپنی آزادی کے لیے یہ جنگ کی اور اس میں فتح حاصل ہوئی۔

دوسری طرف اس ظالم اسرائیل کا چہرہ ہے جس کو اگر ایٹمک طاقت اور عالمی سپر پاور طاقتوں کی پشت پناہی حاصل نہ ہو تو وہ اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونے کے لائق نہیں ہے۔ جس اسرائیل نے جنگ میں وحشت وبربریت کی خونی داستان رقم کی ہے، آج اسی ملک کے باشندے اس کے حکمرانوں اور عالمی طاقتوں کو سب وشتم کا نشانہ بنا رہے ہیں اور پورے اسرائیل میں ایک مایوسی، شرمندگی، بزدلی اور مردنی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ انہیں اپنے چند ہزار کی موت کا صدمہ کھائے جارہا ہے اور اپنے چند سوزخمیوں کو دیکھ کر کلیجہ منھ کو آرہا ہے۔ نہ ان میں اہل غزہ کی سی ہمت وجرأت ہے اور نہ ہی ان کے لبوں پر وہ تبسم!

غزہ اسرائیل جنگ کے دوران اور اس کے بعد یہ وہ مناظر ہیں جن کو دیکھ کر دنیا بھر کے دانشوران کچھ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں اور اب انہیں اس بات نے بے چین کردیا ہے کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جو تمام تر ہلاکت کے بعد بھی اہل غزہ میں استقامت اور جرأت وشجاعت پیدا کررہی ہے، جب کہ اسرائیل تمام تر ظاہری وسائل کے باوجود شرم ناک ہزیمت اور بزدلی کا شکار ہورہا ہے۔

متعدد معتبر نیوز چینلوں کی خبر کے مطابق امریکی نوجوان نسل اہل غزہ کے جذبہ ایمانی اور قوتِ استقامت کو سمجھنے کے لیے قرآن مقدس کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ کررہی ہے۔

شکاگو میں رہنے والی ایک social activist میگن بی رائس نامی خاتون کا کہنا ہے کہ وہ فلسطینی لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتی تھیں کہ ان کا ایمان آخر کتنا مضبوط ہے جو ان کا تمام مال ومتاع چھن جانے کے بعد بھی انہیں خدا کا شکر ادا کرنے پر آمادہ کیے ہوئے ہے۔

زرینہ گریوال جو امریکہ کی Yale University میں ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں، وہ کہتی ہیں کہ اس وقت عالمی سطح پر جو لوگ قرآن مجید کی طرف رجوع کررہے ہیں، وہ اس لیے نہیں ہے کہ وہ قرآن کی روشنی میں حماس کی جانب سے کیے گئے ۷/ اکتوبر کے حملہ کو سمجھ سکیں بلکہ لوگوں کا رجوع اس لیے ہے تاکہ وہ اہل غزہ کے مظلوموں میں ناقابل یقین لچک، ایمان، اخلاقی طاقت اور کردار کو سمجھ سکیں۔

ان تمام شہادتوں میں سب سے دلچسپ فلوریڈا کے ایک شہر کی رہنے والی نیفر تاری مون نامی خاتون کی شہادت ہے۔ جس کو پڑھ کر صحابی رسول حضرت حرام بن ملحانؓ کے واقعہ شہادت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جنہوں نے مرتے وقت "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا) ارشاد فرمایا تھا اور دشمن انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح اہل غزہ کی ایمانی استقامت کو دیکھتے ہوئے نیفر تاری مون کی شہادت ملاحظہ ہو، انہوں نے کہا کہ میں قرآن مقدس کا مطالعہ کرکے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ موت کو جتنا زیادہ اپنے قریب دیکھتے ہیں اتنا ہی زیادہ اللہ کو پکارتے ہیں۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اتنا کچھ خون خرابہ ہونے کے بعد اور حماس مجاہدین کی انسانیت نوازی کی اعلیٰ مثالیں منظر عام پر آنے کے بعد بھی اسرائیل وحشیانہ مظالم سے باز آنے کا نام نہیں لیتا اور ابھی آزادی کی یہ لڑائی جاری ہے۔ لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا!

قضیہ فلسطین

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

''جب عرب ممالک میں یہودیوں کے سرپرست برطانیہ کو تصرف کرنے کا موقع ملا تو یہودی قوم نے ایک نیا لیڈر اگلا' یہ شخص ڈاکٹر حاتم ویرنان مانچسٹر یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ اس نے مہلک ہتھیار ایجاد کر کے برطانیہ کی نظروں میں اپنا مقام بنالیا تھا، اس کا شکریہ برطانیہ کو بہرحال ادا کرنا تھا اور بالآخر 1917ء میں برطانی وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ یہودیوں کے لیے ایک وطن قائم کرنا ضروری سمجھتی ہے اور وہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی نہ کرے گی۔

ادھر فلسطین برطانی اقتدار میں آگیا تھا، ادھر یہودیوں کا مطالبہ تھا کہ فلسطین کے اندر ان کا مطلوبہ وطن بنایا جائے اور پھر برطانیہ سے ایسا کہا جانا مشکل تھا کہ فلسطین کی آبادی کو علی الاعلان مجبور کر کے ان کے شہر اور آبادیاں یہودیوں کا مسکن بنادی جائیں۔ یہ علی الاعلان ایک قوم کی اچھی خاصی آبادی کو قتل کر دینے کے مرادف تھا۔ اس لیے برطانیہ نے خاموش طریقے سے مسلمانوں کو قانون کے ذریعہ تنگ کرنا اور یہودیوں کو مراعات دینا اور فلسطین کی طرف سارے عالم سے یہودیوں کی ہجرت کو مرغوب بنا کر پیش کرنا، مسلمان زمین داروں، کاشت کاروں، صناعوں کو ٹیکسوں اور سخت اور تکلیف دہ قوانین سے زیر بار کرنا اور یہودیوں کو انہی گنجائشوں سے اپنے کاروبار، جائیداد بڑھانے پھیلانے اور قدم جمانے کا موقع مہیا کرنا اختیار کیا۔ اس طرح یہودی آبادی بڑھتی گئی اور عربوں کے لیے فلسطین کی زمین بھاری ہوتی چلی گئی۔ جب یہ جبر و تشدد کی جدوجہد کھلے طور پر محسوس کی جانے لگی تو عربوں نے احتجاج کیا، عرب حکومتوں کی دُہائی دی لیکن عرب حکومتیں کچھ نہ کر سکیں، وہ سب انگریزوں کے زیر اقتدار تھیں، وعدہ کرتی تھیں لیکن اگلا قدم کوئی نہ اٹھاتی تھیں۔ بالآخر جب فلسطینی عربوں کو عرب حکومتوں سے مایوسی ہوئی تو انہوں نے جو کچھ اسلحے اکٹھا ہو سکے ان سے یہودیوں کا مقابلہ اور اپنی قومی بقا کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔

یہودی قومی وطن قائم ہونے کے بعد یہودیوں کی یاس امید سے بدل چکی ہے اور اس قوم کا مطالبہ جو کسی زمانہ میں دنیا کے کسی حصے میں صرف وطن قائم کرانا تھا اب اس ہمت و جرأت پر اتر آئی ہے کہ خیبر و مدینہ کی واپسی کا دعویٰ کرتی ہے اور اس کو اپنا قدیم وطن بتاتی ہے اور ان کی واپسی مستقبل میں اپنی جدوجہد کا مرکز شمار کرتی ہے۔

حکومت اسرائیل کے ایک سابق صدر نے طلبہ کے ایک بڑے جلسے میں دورانِ تقریر کہا تھا کہ اسرائیل کے موجودہ حدود کو اصلی حدود سمجھنا غلطی ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ اپنی مملکت کے اختیارات اور اپنے ملک کی تجارت کو جاپان سے لے کر اسپین تک وسیع کریں، یہودی نوجوانوں کو اس مقصد کے حصول کے لیے پوری تیاری کرنی چاہیے۔''

(انتخاب از؛ عالم اسلام اور سامراجی نظام؛ امکانات، اندیشے اور مشورے)

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Volume: 15 ⚜ **December 2023** ⚜ Issue: 12

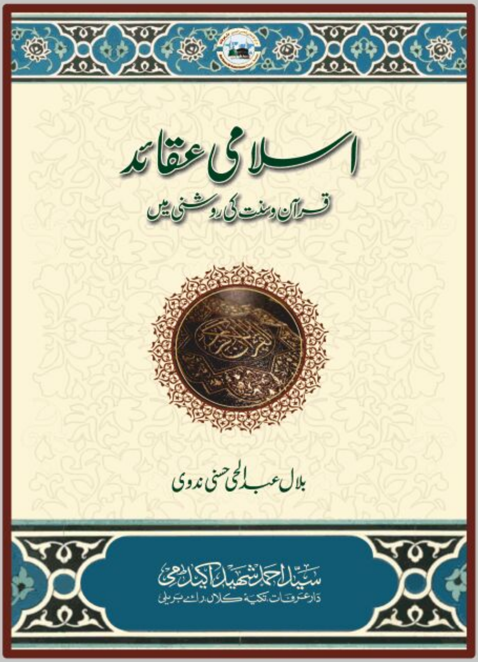

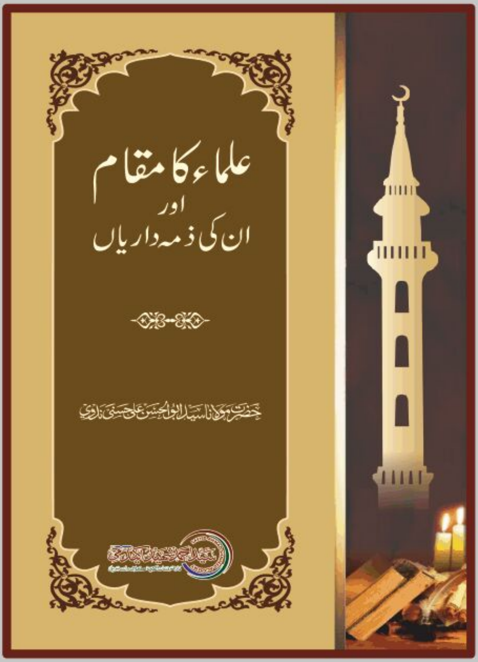

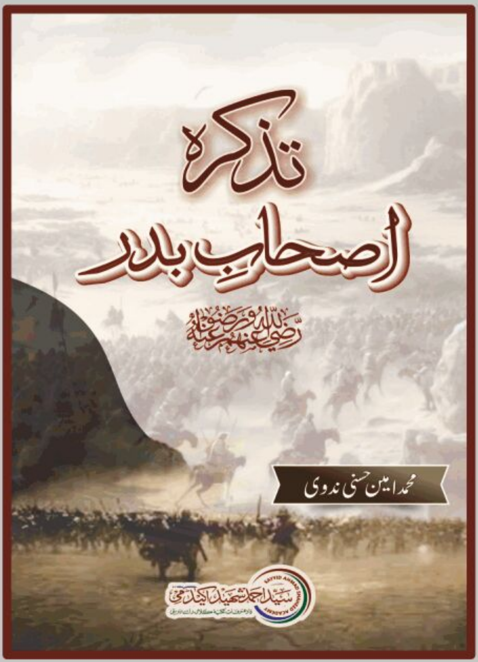

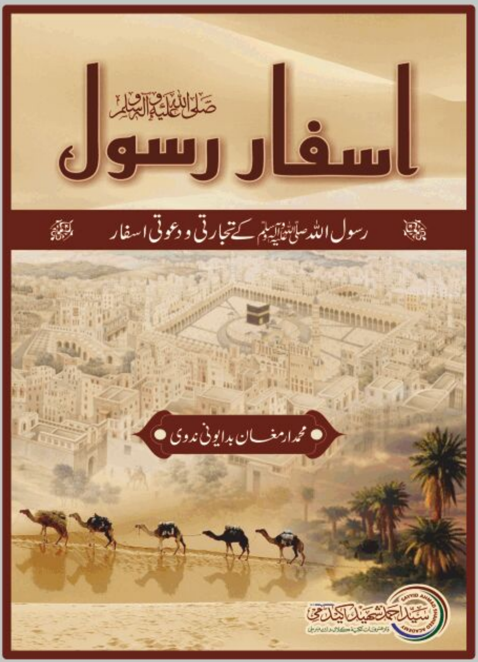

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: **9792646858**
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)